ماہنامہ

نوائے صوفیہ

انٹرنیشنل
اسلام آباد

شمارہ نمبر ۵۱ | قیمت بارہ روپے | اگست ۱۹۹۹ء



خانقاہ شاہ ہمدان سری نگر

مطلعِ انوارِ حقؔ آمد نوای صوفیه

سروده: دکتر محمد حسین تسبیحی (رها) محقق بزرگ ایرانی

مطلع انوار حق آمد نوای صوفیه ‌‌‌‌— مطلعِ اعلای حق آمد نوای صوفیه
جلوهٔ نوربخشیه دارد همیشه این نوا — همچو خورشید شفق آمد نوای صوفیه
نوربخش و نورگستر در طریق عاشقی — محور درس و سبق آمد نوای صوفیه
حرف حقؔ گوید هماره با بیان حقؔ نواز — تابع ربّ الفلق آمد نوای صوفیه
پرتلاش و کوشش کند غازیؔ نعیم دلبری — مشعل طبّ الصدق آمد نوای صوفیه
ارض بلتستان و سر تا سر زمین پاکدل — قدرتِ اظهار حقؔ آمد نوای صوفیه
رهنمای درس و بحث و فقه و اسلامی علوم — مانعِ هر گونه زرق آمد نوای صوفیه
جملهٔ مسئولان به خوبی صف شکن در هر سؤال — حیدرِ کرّار شرق آمد نوای صوفیه
هر کسی اردو بداند فایده بخشد برو — طاقت و قوت و رمق آمد نوای صوفیه
فقه احوط آمده از فقه نوربخشی به ما — کاغذ زرّین ورق آمد نوای صوفیه
سیرت پاک نبیؐ، تفسیر قرآن اندر آن — ماه نو گردیده شق، آمد نوای صوفیه
شهرت الفاظ صوفیه بود مرهون دل — دافع غم عشق آمد نوای صوفیه
گر بخوانی تو نوای صوفیه چون جان جان — می شوی گول و دمق، آمد نوای صوفیه
پایهٔ مهر و محبت بر بیان نوربخشؔ — خلق انسان از علق، آمد نوای صوفیه
ای که داری حالت وجد و تواجد در ادب — بر ضمیرت رفته دقؔ آمد نوای صوفیه
حاصل سوز و گداز عاشقان را بشنوید — محفل شوق و شفق آمد نوای صوفیه
من که از راه محبت بهره ها دارم به دل — چون سحاب رعد و برق آمد نوای صوفیه
صحبت پیر و جوان و رهنمای مردمان — بر جبین ما عرق آمد نوای صوفیه
آن بشیر و غازیؔ و معروفیؔ و ذاکر همه — جذبه و ذوق و زعق آمد نوای صوفیه
این "رهاؔ" همواره دارد انتظار این نوا — می سراید حرف حقؔ آمد نوای صوفیه

انٹرنیٹ پر نوائے صوفیہ، سلسلۃ الذہب اور مسلک نوربخشیہ کا ایڈریس درج ذیل ہے۔

geocities.com/Athens/Crete/2994
1. http://www.geocities.com/Tokyo/Gulf/4954
2. http://

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

شمارہ نمبر ۵۱ — قیمت بارہ روپے — اگست ۱۹۹۹ء

بانی: ڈاکٹر غازی محمد نعیم، مدیر: علامہ محمد بشیر، آرٹ ڈیزائننگ: جی ایچ معروفی

نوائے صوفیہ میں چھپنے والے تمام مضامین اور خبروں کی ذمہ داری مضمون نگار اور نامہ نگار حضرات پر عائد ہوتی ہے

خط و کتابت کا پتہ: 358-A سیکٹر نمبر G-6/1-1 اسلام آباد پاکستان

فہرست مضامین

تذکر و تفکر

اتحاد بین المسلمین

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا O

اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو۔

اتحاد و اتفاق ہر روشن ضمیر خطیب و واعظ کا پسندیدہ موضوع ہے۔ نوائے صوفیہ نے بھی جس کا نعرہ ہی اتحاد بین المسلمین ہے دعوتِ اتحاد و اتفاق کے بارے میں بارہا گزارشات کی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اتحاد و اتفاق جہاں انسانی معاشرے میں امن و سکون کا ضامن ہے وہاں اسلامی مملکت کی قوت و استحکام کی علامت بھی ہے۔ نیز اتحاد و اتفاق کی برکت سے کوئی بھی انسانی معاشرہ ترقی و عروج کی منزلیں بھی سرعت و آسانی طے کر لیتا ہے۔

بلاشبہ اتحاد و اتفاق خدا تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے اور اس نعمت کا ذکر بھی اللہ پاک نے مندرجہ بالا آیت کریمہ کے ساتھ ہی کر دیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی یہ خوبصورت آیت مکمل صورت میں یوں آئی ہے۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا

واذکروا نعمت اللہ علیکم اذکنتم اعدآءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً وکنتم علی شفا حفرۃ

من النار فانقذکم منہا کذلک یبین اللہ لکم اٰیتہ

لعلکم تہتدون O

اور مضبوط پکڑو اللہ کی رسی کو اور متفرق مت ہو اور یاد کرو تمہارے اوپر اللہ کی نعمت کو جس وقت تم دشمن تھے پس تمہارے دلوں کے درمیان الفت ڈالی پس تم اس کی نعمت کے ساتھ بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم ایک آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پس تم کو اس سے چھڑ لیا۔ اللہ تمہارے واسطے اپنی نشانیاں اسی طرح بیان کرتا ہے تاکہ تم راہ پاؤ۔

یہاں یہ امر واضح ہے کہ اتحاد اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت غیر مترقبہ ہے اور نفاق، نااتفاقی اور فرقہ آرائی ایک وبال اور عذاب ہے اور یہ عذاب آگ کے ایک گڑھے کی طرح ہے جو قدم قدم پر انسانی معاشرے میں انسانوں کے تفرقے کا شکار ہونے کا منتظر منہ کھولے موجود ہے اور جو بھی اس کا شکار بن جائے گا وہ اس میں جل کر راکھ ہو جائے گا۔ گویا فرقہ پرستی آگ کی طرح جلانے والی، نابود و برباد کر دینے والی اور اذیت ناک چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا ہر مؤمن مسلمان کا فرض عین ہے۔

جوابِ صوفیہ:

جیسا کہ صوفیہ نور بخشیہ کے چودہ روحانی نعروں سے مترشح ہے کہ صوفیہ نور بخشیہ ملت ابراہیمی اور دین اسلام کے پیروکار اور داعی ہیں۔ اسلام کا مطلب تسلیم یعنی بات ماننا ہے۔ دین اسلام کو یہ خوبصورت نام سیدنا و مولانا حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نے عطا کیا تھا۔ چنانچہ فرمان خداوندی اسلموا کے جواب میں آپ نے اسلمت کا مبارک کلمہ زبان سے جاری فرمایا اور یہی اسلام کی بنیاد ہے۔ ہمارے ہاں ایمان کی بنیاد بھی اسی تسلیمی رویے پر ہے چنانچہ جب رب العالمین نے یا ایہا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ الخ کا حکم صادر فرمایا تو اہل ایمان نے

زراہ تسلیم آمنت باللہ ؐ کا اقرار و اثبات کیا۔ اعید جب ارشاد باری تعالیٰ اس طور پر ہوا واعتصموا بحبل اللہ تو اہل ایمان اہل صوفیہ نوربخشیہ نے بلاچون وچرا تسلیم و اقرار کا کلمہ یوں پڑھا۔

واعتصمنا بحبل اللہ المتین ط

حبل اللہ المتین :

اہل صوفیہ نوربخشیہ حبل اللہ المتین کو خوب پہچانتے ہیں یہ وہ حبل اللہ ہے جس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ لا ینطق الا یوم الدین یعنی یہ رسی تا قیام قیامت ٹوٹے گی نہیں۔ اسی رسی کو جسے حبل اللہ المتین کہتے ہیں زنجیر کے استعارے سے بھی یاد کیا گیا ہے جسے سلسلۃ الذھب الصوفیہ کہتے ہیں۔ زنجیر کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ ایک کڑی دوسری کڑی سے ملی ہوتی ہے اور کوئی کڑی بیچ میں نہ ٹوٹتی ہے اور نہ نظروں سے اوجھل ہوتی ہے۔ پس سلسلۃ الذھب الصوفیہ غوث المتاخرین شاہ سید محمد نوربخشؒ سے لے کر حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ؐ تک بلا انقطاع پہنچنے والی رشد و ہدایت کی روحانی زنجیر کا نام ہے اور جناب شاہ سید محمد نوربخشؒ کے بعد بھی تا قیام قیامت انشاءاللہ یہ زنجیر یونہی مسلسل اور معتبر رہے گی۔

زنجیر کی کڑیاں اور صوفیہ کا روحانی اثاثہ :

اہل تصوف کے جتنے بھی سلاسل اور مسالک ہیں ان میں سلسلۃ الذھب الصوفیہ کا علمی اور روحانی اثاثہ شاید سب سے زیادہ گراں قدر ہیں۔ اسی سلسلے میں ہی حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت سروردیؒ، حضرت نجم الدین کبریٰؒ، حضرت امام احمد غزالیؒ، حضرت علاؤالدولہ سمنانیؒ، حضرت شاہ ہمدانؒ امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ اور حضرت میر سید محمد نوربخشؒ جیسے عظیم المرتبت صوفیائے کرام شامل ہیں جو سب کے سب صاحب تصانیف کثیرہ ہیں اور دنیا بھر کے اہل علم نے ان کی علمی اور روحانی عظمت کے گن گائے ہیں۔ ان تمام صوفیاء کی تعلیمات اور تصانیف صوفیہ نوربخشیہ کا علمی اور روحانی ورثہ ہیں۔ اہل صوفیہ کو نہ صرف اس ورثہ کو اپنانا پڑے گا بلکہ اس کے تحفظ کے لئے جدوجہد کرنے کے ساتھ ساتھ ان حسین تعلیمات کو اپنی زندگیوں کے لئے لائحہ عمل اور مشعل راہ بھی بنانا پڑے گا۔ یہ بات قابل افسوس ہے کہ بعض اصحاب محض تنگ نظری کی بنا پر صوفیہ نوربخشیہ کے شاندار ورثہ کو جان بوجھ کر محدود بنانے کی خاطر نوربخشیہ کی تعلیمات کو تین یا چار کتابوں تک محدود کر دیتے ہیں حالانکہ کتب نوربخشیہ کی تعداد سیکڑوں بلکہ ہزاروں میں ہے اور ان میں سے بھی ہر کتاب قدر و قیمت کے اعتبار سے سیکڑوں کتابوں پر بھاری ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر ستم یہ کہ کہتے ہیں اسلاف تو گزر چکے اب تمہارا ذریعہ ہدایت کیا ہے؟ کتنی جہالت اور نا سمجھی کی بات ہے؟ کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ظاہری طور پر تو خود آقائے دو جہاں حضور نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہماری نظروں سے اوجھل ہو چکے ہیں مگر آپ کی سنت پاک اور ارشادات عالی تا قیام قیامت اہل ایمان کے لئے سرچشمۂ نور و ہدایت ہیں۔ اسی طرح جملہ اولیائے کرام بھی گو ہماری نظروں سے اوجھل ہو چکے ہیں مگر ان کی روشن تعلیمات آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ ہمارے درمیان شمع ہدایت کی صورت موجود ہیں۔ اگر کوئی اہل دل انہی صوفیاء کی چیدہ چیدہ کتابوں سے فائدہ اٹھائے اور ان پر عمل کو اپنا شیوہ بنائے تو اس کی دنیوی اور دینی نجات اور فلاح یقینی ہے۔ اب اگر آدمی کج بحث بن جائے اور عمل سے جی چرانے کی خاطر لفظی بحث و تجسس کے گورکھ دھندے سے ہی نہ نکلنا چاہے تو اس کا کوئی علاج نہیں کیونکہ جہاں خلوص عمل ہی مفقود ہو وہاں دنیا کا کوئی فلسفہ، کوئی منطق اور کوئی دانش کارگر نہیں ہو سکتی۔

پس صوفیہ نوربخشیہ بلکہ جملہ اہل عالم کے معنوی اتحاد کے لئے سلسلۃ الذھب کے صوفیاء عظام اور بالخصوص غوث المتاخرین شاہ سید محمد نوربخشؒ کی تعلیمات مشعل راہ ہیں۔ شاہ سید محمد نوربخشؒ کا علمی کارنامہ خاص طور پر اس لئے قابل توجہ ہے کہ آپ نے خاتمۂ بدعت اور رفع اختلاف کے ساتھ ساتھ شریعت محمدیہ کا احیاء بھی فرمایا۔ ..... ☆

الکتاب

قرآنِ مجید

مولوی عبدالحمید

یا ایها الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم تتقون 0 الذی جعل لکم الارض فراشاً و السماء بناءً و انزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم فلا تجعلو للّٰہ انداداً و انتم تعلمون 0

الفاظ و معانی

اعبدوا	عبادت کرو (تم سب)
خلقکم	تمہیں پیدا کیا
تتقون	تم پرہیزگار بن جاؤ
جعل	بنایا
فراشاً	فرش۔ بچھونا
السماء	آسمان۔
بناءً	چھت
انزل	اتارا
ماء	پانی
فاخرج	اس کے ذریعے نکالا
ثمرات	پھلوں
لا تجعلوا	نہ ٹھہراؤ
انداداً	ند۔ شریک۔ ند کی جمع

ترجمہ

اے لوگو عبادت کرو اپنے اس پروردگار کی جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کو، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ وہ (رب) جس نے زمین کو تو تمہارے لئے بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت اور آسمان سے پانی اتارا پس اس کے ذریعے پھلوں کو نکالا تمہارے کھانے کے لئے۔ پس مت ٹھہراؤ اللہ کے لئے مد مقابل حالانکہ تم جانتے ہو۔

تشریح

سابقہ آیات میں اللہ نے اپنی مخلوق انسانوں کی تین قسمیں متقین، کافرین اور منافقین کی صفات بیان فرمائیں۔ اب یہاں سے پوری نوع انسانی کو اپنی عبادت کا حکم فرمایا جارہا ہے تاکہ سب متقین کے زمرے میں شامل ہو جائیں اور کافرین و منافقین کے گروہ میں شامل ہونے سے بچ جائیں۔ اس آیت میں توحید ربوبیت سے توحید الوہیت پر استدلال کیا گیا ہے۔ عبادت کا معنی بندگی، پرستش اور پوجنا ہے اور جو اس کی بندگی میں داخل ہو جائے وہ "عبد مطیع" ہے۔ معبود حقیقی کا جو عبد حقیقی بن جائے تو اس کی شان ہی نرالی ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال مرحوم مقام بندگی کی عظمت کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

متاع بے بہا ہے سوز و ساز آرزو مندی
مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی

مگر مقبول بندگی وہی ہے جو شرک سے پاک ہو۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ایک جگہ یوں ارشاد ہے۔

واعبدوا اللّٰہ ولا تشرکوا به شیئاً

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا۔ "کیا تم جانتے ہو کہ خدا کا حق بندوں پر کیا ہے؟ یہ کہ اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہ کریں۔"

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ عزوجل نے حضرت یحییٰ کو پانچ چیزوں کا حکم دیا کہ ان پر عمل کرو اور بنو اسرائیل کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم دو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع کیا۔ جب مسجد پر ہو گئی تو ایک اونچی جگہ بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کر کے کہا کہ اللہ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے کہ خود ان پر عمل کر کے تم سے بھی عمل کرواؤں۔ ایک یہ کہ اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی غلام کو خریدے۔ غلام کام کاج کرے اور جو کچھ پائے اسے مالک کو دینے کی بجائے کسی اور کو دے دے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے۔ کہ اس کا غلام ایسا ہو؟ ٹھیک اسی طرح تمہارا پیدا کرنے والا تمہیں روزی دینے والا حقیقی مالک اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ پس تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

عبادت کا نتیجہ :

لعلکم تتقون (تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ) فرما کر عبادت وبندگی کا نتیجہ بیان فرمایا کہ رب کی عبادت انسان کے اندر تقویٰ پیدا کرتا ہے جو دونوں جہانوں میں انسان کی فلاح و نجات کا ضامن ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے ہر عبادت کا مقصد تقویٰ بیان کیا ہے۔ مثلاً روزہ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

کتب علیکم الصیام ...... لعلکم تتقون

روزہ تم پر اور تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ قرآن کی ہدایت کو بھی متقین کے لئے مخصوص قرار دیا ہے۔

ھدیً للمتقین قرآن متقین کے لئے ہدایت عطا کرتا ہے۔

توحید پر دلائل :

الذی جعل لکم الارض ...... یہاں سے توحید باری تعالیٰ پر چند دلائل پیش کئے گئے ہیں کہ زمین جو قدرت کی کاریگری کا ایک حسین نمونہ ہے جس میں بہنے والی صاف و شفاف ندیوں اور چشموں کا پانی، لہلہاتے ہوئے کھیت، بہتے آبشار، اونچے اونچے پہاڑ، سرسبز و شاداب درخت، اقسام و انواع کے پھول اور پھل سب ایک ذات لاشریک کے وجود کے روشن دلائل ہیں۔ جب زمین مردہ ہوتی ہے تو بارش کا پانی اس کو سیراب کر کے دوبارہ گلزار بنا دیتا ہے۔ ہمارے اوپر نیلے آسمان کا چھت کتنا مضبوط ہے کہ نہ یہ کبھی ٹوٹا اور نہ کبھی اس میں پھٹن پیدا ہوا بلکہ قرآن یوں کہتا ہے۔

ما تری فی خلق الرحمٰن من تفاوت فارجع البصر ہل تری من فطور (الملک ۲۷ : ۳)

کیا تو رحمان کے بنانے میں دیکھتا ہے تو نظر اٹھا کے دیکھ۔ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے۔ کسی بدوی سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہونے پر کیا دلیل ہے تو اس نے کہا۔

"اگر مینگنی سے اونٹ معلوم ہو سکے، پاؤں کے نشان آدمی کے وجود پر دلالت کرے تو کیا یہ برجوں والا آسمان، یہ راستوں والی زمین اور موجیں مارتے ہوئے سمندر اللہ تعالیٰ باریک بین اور خبیر کے وجود پر دلیل نہیں بن سکتے۔"

امام رازی اور دیگر علماء نے بھی اللہ تعالیٰ کے وجود پر اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔ امام شافعیؒ سے وجود باری تعالیٰ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے جواب دیا۔ "توت کے پتے ایک ہی ذائقے کے ہیں۔ کیڑے، شہد کی مکھی گائیں، بکریاں اور ہرن سب اسے کھاتے ہیں۔ اسی کو کھا کر کیڑے سے ریشم نکلتا ہے، مکھی شہد دیتی ہے، ہرن میں مشک پیدا ہوتا ہے، گائے بکریاں مینگنیاں دیتی ہیں کیا یہ اس امر کی صاف دلیل نہیں کہ پتے میں یہ مختلف خواص پیدا کرنے والا کوئی ہے اور اسی کو ہم اس کائنات کا واحد موجود صانع کہتے ہیں۔

فقہ (گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعۂ شریعتِ محمدیہ ﷺ

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

ومنها القيام وهو يجب فى الفرآئض مع القدرة .... فهو مخير" بين القيام و القعود

ترجمہ

واجباتِ نماز میں سے ایک واجب امر قیام ہے۔ یہ قیام طاقت کے ہوتے ہوئے فرض نمازوں کی ادائیگی کی صورت میں واجب ہے۔ یہ بڑے بڑے واجب ارکان میں سے ہے۔ عاجز آدمی کے حق میں کسی چیز سے ٹیک لگا کر قیام کرنا یا بیٹھے بیٹھے رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے نماز پڑھنا جائز ہے۔ اگر کوئی رکوع اور سجدے سے بھی عاجز آجائے تو دونوں کے لئے اشارے سے کام لے۔ اگر کوئی نماز گزار بیٹھنے سے عاجز آجائے تو دائیں پہلو پر لیٹ کر قبلہ کا رخ کر کے یا پیٹھ کے بل پیروں کو قبلہ کی طرف پھیلا کر رکوع اور سجدے کے لئے اشارہ کرتا ہوا نماز پڑھے۔ اگر ایسا کرنا دشوار ہو تو جیسی صورت راس آئے کرے۔ یعنی سر سے، آنکھوں سے، ابروؤں سے اور دل سے اشارہ کرنا معتبر ہے۔ ہر ایک نماز گزار سے قیام کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ پس کھڑے کا قیام کرنا رکوع کرنے کی مانند ہو تو اس کے لئے یہی کافی ہے۔ جو نماز گزار رکوع اور سجدہ کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے قیام لازم نہیں ہے۔ اس کو کھڑے کھڑے بھی اور بیٹھے بیٹھے بھی دونوں صورتوں میں اختیار حاصل ہے۔

وضاحت

واجباتِ نماز کا بیان جاری ہے۔ مذکورہ عبارتوں میں امور ذیل کی مختصر انداز میں وضاحت کی گئی ہے۔

۱۔ قیام کی نوعیت
۲۔ قیام کا شمار
۳۔ عاجز آنے کی صورتیں
۴۔ اشارے کی صورتیں
۵۔ قیام کی اہمیت
۶۔ کبڑے کی حالت
۷۔ قیام کا عدم لزوم

تفصیلِ وضاحت

۱۔ قیام کی نوعیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ قیام تندرست اور توانا آدمی کے حق میں فرض نمازوں کی بجاآوری کی صورت میں واجب ہے۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ غیر فرائض میں قیام کا وجوب نہیں ہے۔

۲۔ "قیام کا شمار" کا مطلب یہ ہے کہ یہ نماز کے بڑے بڑے ارکان میں گنا جاتا ہے۔ گویا یہ ایک واجب رکن ٹھہرا۔

۳۔ "عاجز آنے کی صورتیں" کا مطلب یہ ہے کہ

(ا) اگر کوئی نماز گزار کسی چیز کا سہارا لئے بغیر قیام نہ کر سکتا ہو تو اس کے لئے روا ہے کہ وہ کسی چیز کے ساتھ ٹیک لگا کر نماز پڑھے یا بیٹھے بیٹھے رکوع اور سجدہ کرتا ہوا نماز ادا کرے۔

(ب) اگر کوئی نماز گزار رکوع اور سجدہ دونوں سے عاجز آجائے تو وہ دونوں کے لئے اشارہ کرے۔

(ج) اگر کوئی نماز گزار بیٹھنے سے عاجز آجائے تو وہ اپنے دائیں پہلو پر لیٹے لیٹے قبلہ رخ ہو کر پیروں کو قبلہ کی طرف پھیلائے ہوئے رکوع اور سجدے کے لئے اشاروں سے کام لیتا ہوا نماز پڑھے۔ اگر ایسا کرنا بھی دشوار ہو تو جیسی حالت راس آئے اس کے مطابق عمل کرے۔

۴۔ "اشارے کی صورتیں" کا مطلب یہ ہے کہ عاجز اور معذور نماز گزار کو انتہائی عجز اور معذوری کا سامنا ہو تو وہ اپنے سر سے اشارہ کرتا ہوا نماز پڑھے گا۔ یہ بھی دشوار ہو تو آنکھیں بند کر کے ابروؤں سے اشارہ کرتا ہوا نماز پڑھے گا۔ اگر یہ بھی دشوار ہو تو آخر کار دل میں نماز کی ادائیگی کا تصور کرے گا اور یہی دل کا اشارہ ہے۔

۵۔ "قیام کی اہمیت" کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک نماز گزار جو تندرست اور توانا ہو اس سے شرعاً یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ فرض نمازوں کی ادائیگی کی صورت میں قیام کو اختیار کرے۔ اگر کوئی نماز گزار قیام پر قادر ہونے کے باوجود سستی کا مظاہرہ کر کے بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو اس کی نماز شرعاً درست نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس نے صرف اور صرف سستی کا مظاہرہ کر کے نماز کے ایک بڑے واجب رکن کو ترک کیا اور کسی واجب رکن کو جان بوجھ کر ترک کرنا نماز کے بطلان کا باعث ہے۔

۶۔ "کبڑے کا قیام" کا مطلب یہ ہے کہ کبڑا نماز گزار دیکھنے میں حالتِ رکوع میں ہوتا معلوم ہوتا ہے لہذا اس کی یہی حالت قیام کے حق میں بھی کافی ہے۔

۷۔ "قیام کا عدم لزوم" کا مطلب یہ ہے کہ جو نماز گزار رکوع اور سجدہ کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو وہ صرف کھڑا ہو سکتا ہو، گویا قیام اس کے لئے ممکن ہے مگر وہ اس قدر معذور اور عاجز ہے کہ وہ نہ رکوع کر سکتا ہے اور نہ سجدہ تو ایسے نماز گزار کے حق میں قیام لازم ہی نہیں ہے۔ ایسے نماز گزار کو شرعاً یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کھڑے ہو کر نماز پڑھے یا بیٹھ کر نماز پڑھے۔ گویا اس کے حق میں نہ قیام کا لزوم ہے اور نہ ہی قعود کا۔

(جاری ہے)

بقیہ "نفس" بسلسلہ روح و روحانیت از انور الکوروی

حضرت ابوالقاسم گورگانیؒ جو اپنے وقت کے قطب تھے فرماتے ہیں کہ میں نے نفس کو سانپ کی شکل میں دیکھا۔

اور ایک بزرگ نے نفس کو چوہے کی شکل میں اور حضرت محمد بن علیان نسوی جو حضرت جنید کے اصحاب میں شامل تھے نے نفس کو لومڑی کی شکل میں دیکھا۔

حضرت ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں کہ کسی نے ان سے کہا کہ میرے پاس ایک کتا ہے جو ہوائے نفسانی میں مبتلا ہو چکا ہے۔ میں یہاں ستر برس سے اس کتے کو روکے ہوئے ہوں تاکہ خلقت اس کے ضرر سے محفوظ رہے۔

کتاب نوریہ میں حضرت شاہ سید محمد نور بخشؒ نے نفس کو خبیث نفس سگ نفس شیطانی وغیرہ کے نام سے یاد کیا ہے۔ کسی شاعر نے خوب فرمایا ہے۔

گر سگ نفس تو در فرمان تست
جنت الفردوس بے شک زان تست

کشف المحجوب میں حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ نفس بھونکنے والا کتا ہے اور کتے کو سدھانے کے بعد رکھنا مباح ہے یعنی نفس کو ریاضت اور مجاہدے سے قابو کرنا چاہئے۔

دوسری جگہ آپ لکھتے ہیں کہ نفس باغی کتا ہے جس کا چمڑا بغیر دباغت پاک نہیں ہوتا۔

شیخ ابو علی سیاہ مروزی کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے نفس کو دیکھا کہ بالکل میری شکل تھی کسی نے اسے بالوں سے پکڑا اور میرے حوالے کر دیا۔ میں نے اسے ایک درخت سے باندھ کر قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے کہا کہ تردد نہ کرو کہ میری حیثیت خدائی لشکر کی سی ہے میں (قتل ہونے سے) کم نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابراہیم خواصؒ سے کسی نے کہا کہ لوگوں کی تلاش چھوڑ کر اپنی تلاش کرو۔ جب خود کو پالو تو اپنی نگہبانی کرو۔ (باقی صفحہ پر)

نور خطیات (گزشتہ سے پیوستہ)

تعارفِ صوفیہ نور بخشیہ

مولانا انور الکوروی فاضل عربی ۔ بی اے

آدم الاولیاء :

سلسلۂ عالیہ نوربخشیہ کے سائر اولیاء نے حضرت مولائے متقیان امیر المؤمنین علیہ السلام کو آدم الاولیاء سے تعبیر فرمایا ہے۔ حضرت میر سید علی ہمدانیؒ نے اپنی بعض کتابوں میں اور حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ نے اپنی تالیفات میں جابجا حضرت علی علیہ السلام کے نام ہی کے ساتھ آدم الاولیاء کے القاب کا اضافہ کیا ہے۔ چونکہ تمام سلاسل اولیاء کی انتہاء حضرت علی علیہ السلام کی ذات بابرکات پر جاکر ہوتی ہے اس لئے جملہ اہل اللہ آپ کو اولیاء کا آدم گردانتے ہیں اور دراصل زہد و فقر، علم و عرفان اور طریقت کے تمام علوم کا آغاز حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے ہی ہوا تھا اور گوشہ نشینی اور ریاضت کے اصولوں کی بنیاد بھی آپ نے رکھی تھی اس لئے بجا طور پر آپ تمام اولیاء کے سردار ہیں۔ اس مناسبت سے آپ کو آدم الاولیاء کہا جاتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام چونکہ تمام صوری اور معنوی کمالات کے جامع اور اعلیٰ و اولیٰ صفات کے حامل واقع ہوئے ہیں اس لئے صوفیائے کرام آپ کو وارث نبی، سید الاوصیاء، امام الاتقیاء، ابو الائمہ، خاتم خلفاء، امام الاولیاء امام الهدیٰ اور خیر البشر جیسے القابات دیتے ہیں کیونکہ حضرت علی علیہ السلام معرفت الٰہیہ کے رازوں کا سرچشمہ اور تحقیق علوم کا منبع و مبداء اور عرفان و تصوف کے آفتاب کا مطلع ہیں۔ تمام اہل کشف و شہود کو اسرار کے انوار آپ کے قلب انور سے حاصل ہوئے ہیں۔ اطوار حقائق کے زمزمے آپ کے سینۂ اطہر سے پھوٹ پھوٹ کر نکلے ہیں۔ روحانی اسرار و رموز اور معرفت ربی کے سمندر میں غوطہ لگانے والوں کو ساحل مراد پر آپ نے پہنچایا ہے۔ شراب حق پینے والوں اور وصل و فنا کی راہ ڈھونڈنے والوں کو راہ آپ نے دکھائی ہے۔ چنانچہ آنحضور سرور دو عالم ﷺ جہاں اس تاریک عالم کے لئے آفتاب کی حیثیت رکھتے تھے مولائے متقیان علیہ السلام ماہتاب کے مقام پر تھے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ چاند سورج کے نور سے ہی منور ہے اور دونوں کا نور ایک ہی ہے۔ چنانچہ صاحب نبوت جناب رسالت مآب ﷺ فرماتے ہیں۔

انا و علیٌ من نور واحد

میں اور علی ایک ہی نور سے ہیں۔

علی منی و انا منہ

علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔

ولایتِ علیؑ کا عقیدہ :

مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے پیروی کرنے والے اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام خدا کے ولی ہیں چنانچہ دعوات صوفیہ میں چوتھے کلمے کے اندر

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ

کے الفاظ درج ہیں اور ساتویں کلمے میں ذکرِ علی یوں آیا ہے۔

اقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ

اور اسی طرح آٹھویں کلمے میں آپ کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

لا اله الا الله حقاً حقاً محمد رسول الله صدیقاً صدیقاً صفیاً صفیاً علی ولی الله

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام ولی اللہ ہیں جس کا اقرار جملہ اہل اسلام کو ہے۔ کوئی مسلمان یہ نہیں کہے گا کہ حضرت علی علیہ السلام خدا کے ولی نہیں ہیں لیکن مؤمنین کی تقویت ایمان کے لئے چند روایات کا درج کرنا بھی بے محل نہ ہوگا۔

مولانا معین الدین فراہی ہروی نے تفسیر حدائق الحقائق میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن جب بندوں کے اعمال کا ناپ تول ہو گا تو میزان کے ایک پلڑے میں طاعات کو اور ایک پلڑے میں معاصی کو رکھا جائے گا اور جب گناہ طاعات پر بھاری ہوں گے تو بندہ شرمندگی سے سر جھکائے بیٹھے گا اور دل پر سخت عذاب گزرے گا۔ اس وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہو گا کہ میرے بندوں کی میرے پاس ایک امانت ہے۔ جو زیر عرش سے لایا جائے گا اور جب اسے حاضر کیا جائے گا تو وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہو گا جس پر لکھا ہوا ہو گا۔

لا اله الا الله محمد رسول الله علیا ولی الله

اسے جب طاعت کے پلڑے میں رکھا جائے گا تو سب گناہوں سے بھاری ہو گا۔

(تفسیر حدائق الحقائق فی سورۃ یوسف ص ۳۲۱)

مولانا کشفی حنفی لکھتے ہیں کہ حضرت علی امام الراشدین کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ میں وہ پہلا شخص ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے اول اپنی حجت پیدا کیا اور اس کے اطراف پر لکھا

لا اله الا الله محمد رسول الله علی ولی الله و صیه

اور فرمایا

ثم خلق العرش کتب علیٰ ارکانه الا ربعة لا اله الا الله محمد رسول الله علی ولی الله و وصیه

پھر عرش کو پیدا کیا اس کے چار ارکان پر یہ چار کلمات لکھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے طبقات زمین کو پیدا کیا اور اس کے اطراف و جوانب پر کلمات مذکورہ بالا تحریر فرمائے۔

وقال ثم خلق اللوح فکتب علی حدوده لا اله الا الله محمد رسول الله علی ولی الله و وصیه

نیز آپ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لوح کو پیدا کیا اور اس کے کناروں پر کلمات مذکورہ بالا قلم قدرت سے تحریر فرمائے۔

(کوکب دری ۲۲۶ منقبت ۲۶)

مسند احمد بن حنبل، مناقب خطیب، بحر المناقب اور معارج النبوۃ کے حوالہ سے لواء حمد کی تفصیلات کی ذیل میں لکھتے ہیں کہ لواء حمد پر تین سطریں لکھی ہوں گی۔ پہلی سطر میں

بسم الله الرحمن الرحیم

دوسری سطر میں

الحمد لله رب العالمین

تیسری سطر میں

لا اله الا الله محمد رسول الله

لکھا ہوا ہو گا۔ جب کہ مؤدات سید علی ہمدانی میں یہ روایت عبد اللہ بن سلام سے منقول ہے کہ تیسری سطر میں علی ولی اللہ بھی لکھا ہوا ہے۔

(کوکب دری ص ۲۲۹ منقبت ۱۲۹)

دیلمی سے منقول ہے کہ

عن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لا اسریٰ بی رایت علی باب الجنة مکتوباً بالذهب لا اله الا الله محمد حبیب الله و علی ولی الله و الفاطمة امة الله و الحسن (والحسین) صفوة الله علی مبغضهم لعنة الله۔

(ارجح المطالب ص ۳۸)

جناب امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب سرور کائنات ﷺ فرماتے تھے کہ جب شب معراج ہم نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد

ﷺ خدا کے حبیب ہیں ۔ علی خدا کا دوست ہے۔ فاطمہ پروردگار کی کنیز ہے اور حسن (اور حسین) خدا کے برگزیدہ ہیں۔ ان سے بغض رکھنے والوں پر خدا کی لعنت ہو۔

حضرت شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی" نے خلاصہ المناقب میں واقعہ معراج سے متعلق ایک حدیث کے آخر میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

لما عرج بی الی السماء رایت علی باب الجنة مکتوباً لاالہ الا اللہ محمد رسول علی ولی واللہ والفاطمة امة اللہ و الحسن و الحسین صفوة اللہ و علیٰ محبهم رحمة اللہ و علی مبغضهم لعنة اللہ

فرمایا کہ جب میں آسمان کی رفعتوں پر گیا تو میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا پایا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں، علی اللہ کے ولی ہیں اور فاطمہ خدا کی کنیز ہیں اور حسن اور حسین خدا کے منتخب شدہ ہیں۔ ان کے دوستوں پر اللہ کی رحمت ہو

(پس اس بات میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ گئی ہے کہ صوفیہ نوربخشیہ کا منشور وہ منشور ہے جو باب جنت پر سنہرے حروف میں کندہ ہے...... مدیر)

علیؑ کی محبّت کا لزوم :

پیروکاران صوفیہ نوربخشیہ گلستان ہدایت کے گلدستے، شریعت وطریقت کے رہنما، حقیقت ومعرفت کے سمندر کے گوہر نایاب، وادی علم وعرفان کے شاہراہ، علوم صوری ومعنوی کے سرچشمہ، شہر علم نبوت کے دروازے، خیبر شکن، حیدر کرار، ابوتراب، کرم الاولیاء، مولائے متقیان، امیر المؤمنین حضرت مولانا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم وعلیہ الصلوٰة والسلام کی محبت کو اپنے ایمان وایقان کا جزو لاینفک سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ علی کی محبت کے بغیر کسی عمل کی قبولیت ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ صوفیہ نوربخشیہ کے چودہ کلمات مقدسہ میں ایک اہم کلمہ "محب علی" کا شامل ہے۔ (خوف طوالت کے باوجود ان چودہ نعروں کا جن کی تعداد چہاردہ معصومین کے عدد برابر ہے، ذیل میں اعادہ کیا جاتا ہے۔

بندہ	خدا
ذریت	آدمؑ
ملت	ابراہیمؑ
امت	محمدؐ
دین	اسلام
کتاب	قرآن
کعبہ	قبلہ
متابعت	سنت
محب	علیؑ
سلسلہ	ذھب
مذھب	صوفیہ
مشرب	ہمدانیہ
روش	نوربخشیہ
مرید	مرشد

مندرجہ بالا چودہ روحانی نعروں کو آئینہ نوربخشی بھی کہا جاتا ہے جس میں صوفیہ نوربخشیہ کے حقیقی خدوخال اجاگر ہو جاتے ہیں مذہب "صوفیہ" کے پیروکار متابعت سنت کی لزومیت کے بعد "علی کی محبت" کے التزام کا بھی نہایت عقیدت ومحبت کے ساتھ التزام کرتے ہیں۔...... مدیر)

بالیقین آن سینہ بے کینہ است
ہر کہ را مہر علی در سینہ است
مہر تقلیدی نہ دارد اعتبار
مہر تقلیدی نمی آرد بکار
ہمچو من مہر علی در سینہ دار
سینہ خود را تہی از کینہ دار

مذہبِ صوفی را کن اختیار

تاشوی در ہر دو عالم ہشیار

ترجمہ: یقیناً وہ سینہ بے داغ ہے جس کے اندر علیؑ کی محبت موجود ہے۔

رسمی محبت کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اور رسمی محبت کوئی کام کی چیز نہیں ہے۔

صوفیوں کی طرح علیؑ کی حقیقی محبت کا حامل ہو اور دل کو کینے سے پاک رکھو۔

صوفیہ مذہب اختیار کرو تاکہ دونوں جہانوں میں نیک بخت ہو جاؤ۔

چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد دین و مذہب کا صحیح رخ متعین کر کے اہل ایمان کی صحیح رہنمائی کرنے میں جنہوں نے سب سے زیادہ کام کیا وہ اولیاء کرام اور صوفیاء عظام ہیں جنہوں نے محض خانقاہی طلسمات میں الجھنے کی بجائے عملی جدوجہد کے ذریعے انسانی معاشرے کے سیاسی، معاشرتی، اخلاقی اور مذہبی ماحول کو سدھارنے کے لئے انتھک محنت کی اور عام لوگوں کو فکر و عمل کی طرف مائل اور راغب کرنے کے لئے ایک نمایاں انقلابی مشن چلا کر اس میں کامیاب و کامران ہو گئے۔ دینِ اسلام کی حقیقی ترقی و ترویج اور لوگوں کی معاشرتی اور سیاسی دنیا میں ایک اہم انقلاب پیدا کرنے کے سلسلے میں حضرت شاہ ہمدان میر سید علی ہمدانیؒ کی تعلیمات نہایت دوررس نتائج کی حامل ہیں۔ چنانچہ حب علیؑ کے باب میں جب اسلام کے اندر بے اعتدالیاں پیدا کی گئیں اور اسلام کے ارکان کو حب اور بغض کے میزان میں ناہمواری اور ناانصافی سے تولا جانے لگا، درانحالیکہ شاہ ہمدانؒ نے عالم اسلام میں موجود بے اعتدالیوں کو معتدل بنا کر اصولی تحکمات سے اس مسئلے کو بیان فرمایا۔ چنانچہ آپ نے آل طہ ویسین سے محبت کے بغیر کسی بھی سعادت کو قابل قبول نہیں گردانا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قل کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران ۲۹)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ کے لئے حمد و ثنا ہے کہ اس نے علی کرم اللہ وجہہ اور فاطمہ سلام اللہ علیھا اور ان کی ذریت کی محبت تمام اہل بدیہ کو پیش کی جس نے اجابت میں تقدم کیا ان میں سے اوصیاء بنائے۔ پھر جو ان کی محبت میں آگے بڑھے انہیں محبان علی بنایا اور یہ سب جنت میں جمع ہوں گے۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں "جو چاہتا ہے کہ ویسی زندگی گزارے جو میں نے گزاری ہے اور ویسی موت پائے جو میری ہے اور اس جنت میں داخل ہو جس کا میرے رب نے وعدہ فرمایا ہے پس وہ علی ابن ابی طالب اور ان کی ذریت سے محبت کرے" کہ حضور کے بعد وہ ہدایت کے امام اور روشنی کے چراغ ہیں کبھی تمہیں باب ہدایت سے ضلالت کی طرف نہیں لے جائیں گے۔

(زبدۃ المناقب ترجمہ خلاصۃ المناقب ص ۲۷)

حبِ علیؑ جزوِ ایمان:

صوفیہ نوربخشیہ کے ہاں حضرت مولائے متقیان علیہ السلام کی محبت کو لازم قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی محبت کو حضور اکرمؐ نے ایمان کی قبولیت کے لئے بنیاد قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

النظر الی علی ابن ابی طالب عبادۃ و ذکرہ عبادۃ ولا یقبل ایمان عبد الا بولاہ و البراۃ من اعدائہ

علیؑ ابن ابی طالب کی طرف (محبت سے) دیکھنا عبادت ہے ان کا ذکر کرنا عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ایمان کو قبول نہیں کرتا مگر علیؑ محبت اور اس کے دشمنوں سے بیزاری کی بنا پر۔

(ارجح المطالب ص ۳۴۲)

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ

کما ھدانی ربی ان لا یقبل ایمان عبداہ بمحبۃ اھلبیتی

اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میرے اہل بیت سے محبت کے بغیر کسی کا ایمان و عمل مقبول نہ ہوں گے۔

(زبدۃ المناقب)

دوسری جگہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ قیامت کے روز کسی کے قدم نہیں اٹھیں گے جب تک اس سے ہمارے اہل بیت کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے بعد اس محبت کی پہچان کیا ہو گی؟ حضورؐ نے اپنا ہاتھ علی ابن ابی طالب کے سر پر رکھا اور وہ حضور کی جانب متوجہ ہوئے۔ پھر فرمایا میرے بعد محبت کی پہچان اس علی سے محبت ہے۔

(ینابیع المودۃ ارجح المطالب)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اتنی مدت خدا کی عبادت کرتا جتنی مدت نوحؑ اپنی قوم میں رہے اور کوہ احد کے برابر سونا اس کے پاس موجود ہو اور وہ اس کو راہ خدا میں صرف کرے اور خدا اس کی عمر اتنی زیادہ کرے کہ پیدل چل کر ہزار برس حج کرے بعد ازاں صفا و مروہ کے درمیان حالت مظلومی میں قتل کر دیا جائے اور اے علی وہ تم کو دوست نہ رکھتا ہو وہ کبھی جنت کی بو بھی نہیں سونگھے گا اور اس میں ہرگز داخل نہیں ہو گا۔

(مودۃ القربیٰ مودت ششم)

بغض علی کا نتیجہ:

حضرت علی علیہ السلام کی محبت و عداوت کے بارے میں اور ان کے فضائل میں وارد ہونے والے احادیث کی تعداد حد و حصر سے زیادہ ہے۔ یہاں فضائل علی کے تفصیلی بیان کا محل نہیں ہے بلکہ عقائد صوفیہ نوربخشیہ کی اس باب میں وضاحت اور صراحت کرنا مقصود ہے کہ حب علی اور بغض علی کا نتیجہ اور انجام کیا ہے۔ حب علی کی اہمیت کا مختصر تذکرہ ہو چکا لیکن بغض علی کی خرابی کا ذکر کئے بغیر ہماری منشا واضح نہ ہو سکے گی۔

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ نے مودت میں یہ حدیث وارد کی ہے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ

لو اجتمع الخلائق علیٰ حب علی ابن ابی طالب لما خلق اللہ النار

اگر تمام مخلوق علی ابن ابی طالب کی محبت پر جمع ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ آتش دوزخ کو پیدا نہ فرماتا۔

دوسری جگہ یہ حدیث وارد کی گئی ہے جو حضرت ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا علیؑ علم کا دروازہ ہے اور میرے بعد میری امت کے لئے اس شریعت کا بیان کرنے والا ہے اور اس کی دشمنی نفاق ہے اور اس کی طرف دیکھنا الفت و مہربانی ہے اور اس کی دوستی عبادت ہے۔

گر بذر منیری و سما منزلِ تو
وز کوثر اگر سرشتہ باشد گلِ تو
گر مہرِ علیؑ نباشد اندر دلِ تو
مسکین تو و سعی ہای بی حاصلِ تو
(سیّد علی ہمدانیؒ)

گر مہرِ علیؑ و آلِ بتولتؑ نبود
امیدِ شفاعت ز رسولتؐ نبود
گر طاعت حقؑ جملہ بر آری تو
بی مہرِ علیؑ ہیچ قبولیت نبود
(سیّد علی ہمدانیؒ)

فضل علیؑ از اصحاب نبیؐ :

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ اجمعین سے فرمایا کہ تم میں سے سب سے پہلے قیامت کے دن جو شخص حوض کوثر پر وارد ہوگا وہ تم سب سے پہلے ایمان لایا ہے اور وہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہے۔

احمد بن محمد م کروری بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن احمد بن جنبل سے سنا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ میں نے اپنے باپ احمد بن حنبل سے صحابہ کی تفضیل پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ۔ اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔ عبداللہ نے کہا کہ ایک پدر علی ابن ابی طالب کدھر ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ علی اہل بیت میں سے ہیں۔

کتاب ریاض النضرہ سے منقول ہے کہ علی ابن ابی طالب کو تمام صحابہ کرام پر ستر گنا فضیلت حاصل ہے۔

فضلِ علی بزبانِ ابوبکر :

صواعق محرقہ میں ہے کہ ایک روز علی مرتضیٰ اور ابوبکر رضی اللہ عنہما آنحضرت کے مرقد اقدس کے طواف کو جا رہے تھے۔ جناب امیر نے فرمایا۔ اے ابوبکر آپ آگے چلیں ابوبکرؓ نے کہا۔

ما کنت اقدم رجلاً سمعت رسول اللہ ﷺ یقول فیه علی منی وانا منه

میں اس مرد سے کیوں آگے ہو جاؤں جس کی شان میں رسول خدا ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں علیؑ سے ہوں اور علی مجھ سے ہے۔

اسی کتاب میں روایت ہے کہ ایک روز ابوبکرؓ اپنی خلافت کے زمانے میں ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے کہ علی مرتضیٰ تشریف لائے۔ ابوبکرؓ نے آپ کا استقبال کیا اور یہ کہا کہ جو کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جو مرتبہ میں سب آدمیوں سے بڑھ کر ہے اور ان کی نسبت رسول خداؐ سے زیادہ قریب اور بلحاظ حالت کے ہم سب سے افضل ہوں اسے چاہئے کہ وہ اس آنے والے یعنی علی مرتضیٰ کی طرف نظر کرے۔

فضل علی بزبانِ عمر بن خطاب :

مستدرک حاکم میں ابن مسعود سے منقول ہے کہ عمر بن خطابؓ فرماتے تھے۔

نعوذ باللہ من معضلة لیس لها ابوالحسن

ہم پناہ مانگتے ہیں اس مشکل قضیے سے جس کے حل کے لئے ابوالحسن موجود نہ ہوں۔

نیز سعد سے مروی ہے وہ بیان کرتا ہے کہ صحابہ میں علی کے سوا اور کوئی ایسا نہ تھا جو یہ کہے کہ تم عرش کے سوا جو چاہو سوال کرو۔

ام المؤمنین عائشہؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتی تھیں کہ مرتضیٰ علی آنحضرتؐ کے بعد باقی ماندہ لوگوں میں سنت رسولؐ کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

طبرانی میں ہے کہ عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ علی مرتضیٰ میں اٹھارہ صفات ایسی تھیں کہ امت میں کسی شخص میں وہ صفات کسی شخص میں نہ تھیں اور نہ اب ہیں۔

(کوکب دری ص ۲۸۷ منقبت ۱۵۲)

شانِ علی بطریق اجمال :

و عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ ان اخی وز وزیری و خلیفتی فی اهلی و خیر من اترک بعد یقضی دینی و ینجز موعدی علی ابن ابی طالب۔

اور انس سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ میرا بھائی اور میرا وزیر اور میرے اہل بیت میں میرا خلیفہ اور ان سب لوگوں سے جن کو میں اپنے بعد چھوڑوں گا بہتر اور ترے اور میرے قرضوں اور وعدوں کو پورا کرنے والا علی ابن ابی طالب ہے۔

وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ جمع فی

اھلبیتی الفضل و الشرف و السخا و الشجاعۃ و العلم و الحلم و ان لنا الاٰخرۃ و لکم الدنیا

اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ میں اور میرے اہل بیت میں فضل، شرف، سخاوت، شجاعت، علم اور حلم کو جمع فرمایا ہے اور آخرت خاص ہمارے واسطے ہے اور دنیا تمہارے واسطے۔

عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ ان مدینۃ العلم و علی بابھا

حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

اور حضرت جابر سے یہ بھی مروی ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے علیؑ سے فرمایا اے علیؑ تمہارا مرتبہ میرے نزدیک ایسا ہے جیسے موسیٰؑ کے نزدیک ہارونؑ کا مرتبہ تھا مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔

(مؤدت القربیٰ سید علی ھمدانی)

اور حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا اے علیؑ جس نے میری اطاعت کی اس نے البتہ اللہ کی اطاعت کی اور جس نے تمہاری اطاعت کی البتہ اس نے میری اطاعت کی جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے تمہاری نافرمانی کی اس نے البتہ میری نافرمانی کی۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اس امت کا نذیر ہوں اور علیؑ اس امت کا ہادی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور علیؑ اس امت کے دوباپ ہیں اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ علیؑ اور میں ایک ہی نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔

(کوکب دری او ینابیع المودت)

عقیدہ امامتِ علیؑ:

حضرت جابر انصاری سے روایت ہے کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا کہ حدیبیہ کے دن علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر بہ آواز بلند فرماتے تھے کہ علی نیکوں کا امام ہے اور کافروں کا قاتل۔ جو کوئی اس کی نصرت کرے گا خدا اس کی نصرت کرے گا اور جو کوئی اس کی نصرت سے باز رہے گا خدا اس کی نصرت سے باز رہے گا۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جس شخص کا میں ولی ہوں علیؑ بھی اس کا ولی ہے۔ جس کا میں امام ہوں اس کا علیؑ بھی امام ہے۔

علقمہ بن قیس اور اسود بن برید روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول خداؐ میرے ساتھ اسی گھر میں جس میں اب تم میرے پاس ہو تشریف رکھتے تھے اور اس گھر میں آنحضرتؐ اور علیؑ اور میرے اور انس کے سوا کوئی اور نہ تھا علیؑ حضرت رسول خداؐ کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے اور میں آپ کے بائیں جانب تھا اور انس آپؐ کے سامنے کھڑے تھے کہ اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا آنحضرتؐ نے انس سے فرمایا جاؤ دیکھو دروازے پر کون ہے؟ انس گئے اور آکر عرض کی یا رسول اللہؐ عمار یاسرؓ ہیں۔ حضرت نے فرمایا عمار پاک و پاکیزہ کے لئے دروازہ کھول دیں۔ انس نے دروازہ کھول دیا اور عمار اندر آکر حاضر خدمت ہوئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے عمار عنقریب میری امت میں بہت سخت ناگفتہ بہ باتیں وقوع پذیر ہوں گی یہاں تک کہ ان میں تلواریں چلیں گی اور بعضے بعض کو قتل کریں گے۔ جب تم ایسا حال مشاہدہ کر لو تو اس شخص کے جس کے سر کے آگے سے بال نہیں ہیں جو میرے دائیں جانب بیٹھا ہے (یعنی علی ابن ابی طالب) کی پیروی لازم پکڑو۔ اگر تمام لوگ ایک وادی میں چلیں اور علی ایک اور وادی میں چلے تو تم بھی علی والی وادی میں چلنا اور سب لوگوں کو چھوڑ دینا۔ اے عمار علی تم کو ہدایت کی راہ سے نہ پھیرے گا اور ہلاکت کی راہ کی طرف رہبری نہ کرے گا۔ اے عمار علی کی اطاعت میں میری اطاعت ہے اور میری اطاعت عین خدا کی اطاعت ہے۔

(المؤدت القربیٰ مؤدت پنجم حدیث ۱۴)

عقیدۂ اوصیاء:

امامت ووصایت علوم نبوت کی وارث ہوتی ہے اور لازمی طور پر نبوت کی لازم وملزوم کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ امامت ہی نبوت کی نیابت کرتی ہے اور ختم نبوت کے بعد نبوت کو صحیح معنوں میں لوگوں تک پہنچانے کا کام انجام دیتی ہے۔ اسی کا نام خلافت بھی ہے لیکن اس سے مراد وہ خلافت ہے جو صوری اور معنوی دونوں پہلو رکھتی ہو تاکہ اس میں ضعف وناتوانی پیدا نہ ہو جو کہ امامت کے منافی اوصاف ہیں۔ اوصیاء وہ ہستیاں ہوتے ہیں جو منصب نبوت کے خاتمے کے بعد علوم نبوت اور شریعت بلکہ طریقت اور حقیقت کی صحیح معنوں میں ترجمانی کرتے ہیں اور یہ عقیدہ صرف ایک من پسند بات نہیں بلکہ احادیث رسول کریم ﷺ سے ثابت شدہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس کی تردید کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔ ان اوصیاء کرام کے بارے میں حضرت امام ابی جعفر محمد الباقر علیہ السلام نے فرمایا کہ

يا ايهاالذين آمنوا ادخلوا فی السلم كافة يعني ولاية علي و الاوصياء من بعده

"اے ایمان والو سب کے سب ایمان میں داخل ہو" میں سلم سے مراد علی اور ان کے اوصیاء علیھم السلام کی ولایت ہے جو علیؑ کے بعد ہوئے۔

(مؤدت القربیٰ مؤدت پنجم حدیث ۱۵)

اور شعبی نے عمر بن قیس بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ عمر بن قیس بیان کرتا ہے کہ ہم کسی ایک مجلس میں بیٹھے تھے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ اس مجلس میں موجود تھا کہ ایک اعرابی نے وہاں آ کر دریافت کیا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کون ہے؟ عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا کہ میں ہوں۔ اعرابی بولا اے عبداللہ کیا تمہارے پیغمبر نے تم سے بیان کیا ہے کہ ان کے بعد کتنے وصی ہوں گے؟ عبداللہ نے جواب دیا کہ ہاں آنحضرت نے فرمایا کہ میرے بعد بنو اسرائیل کے نقیبوں کی تعداد کے برابر بارہ خلیفے ہوں گے اور اسی روایت کو مسروق سے بھی نقل کیا ہے اور جریر نے اشعث سے اور اس نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میرے بعد اسرائیل کے نقیبوں کی تعداد کے موافق بارہ خلیفے ہوں گے۔

اور حضرت عبایہ بن ربیع سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میں تمام پیغمبروں کا سردار ہوں اور علیؑ تمام اوصیاء کا سردار ہے اور میرے بعد بارہ وصی ہوں گے ان میں اول علیؑ ہے اور آخری قائم آل محمد مہدی آخر الزمان علیہ السلام ہوں گے۔

اور جو نفوس اس امامت ووصایت کے صحیح حقدار ہیں وہ خدا کے ہاں بھی معلوم اور منتخب شدہ ہیں۔ چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "ہم نے ان کو کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے انتخاب کیا"۔

صوفیہ نوربخشیہ کے عقیدے میں ان ہستیوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

۱۔ آدم الاولیاء حضرت علی علیہ السلام
۲۔ امام حسن علیہ السلام
۳۔ امام حسین علیہ السلام
۴۔ امام زین العابدین علیہ السلام
۵۔ امام محمد باقر علیہ السلام
۶۔ امام جعفر صادق علیہ السلام
۷۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
۸۔ امام علی رضا علیہ السلام
۹۔ امام محمد تقی علیہ السلام
۱۰۔ امام علی نقی علیہ السلام
۱۱۔ امام حسن عسکری علیہ السلام
۱۲۔ امام محمد مہدیؑ علیہ السلام

اور حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ ائمہ میری اولاد میں سے ہوں گے پس جس کسی نے ان کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی

کہ اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور وہ حضرات عروۃ الوثقیٰ مضبوط گروہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف (جانے کے وسیلے) اور ذریعے ہیں۔

(مودت القربیٰ مودت دہم حدیث نمبر ۷، ۸، ۱۴)

صوفیہ نوربخشیہ کے عملیات میں ورد و وظائف اور دعا و عمل کے دوران دعا توسل اور دعائے تشفع بھی شامل کی جاتی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صوفیہ نوربخشیہ کے ہاں ائمہ کرام کی قدر و منزلت اور فضائل و برکات کی بڑی اہمیت پائی جاتی ہے اور ان ائمہ کرام علیہم السلام اہلبیت عظام کی فضیلت اور برکات کی تصدیق بڑے بڑے علماء کرام اور صلحاء عظام نے کی ہے اور ان کی فضیلت و برکات پر کتابیں لکھ دی ہیں۔ ان کے فضائل لکھنے والوں میں حضرت میر سید علی ہمدانیؒ، حضرت عبدالرحمان جامیؒ، سید محمد نوربخشؒ، حضرت داتا سید علی ہجویریؒ، حضرت امام المحدثین عبدالرحمٰن شعیب النسائی، حضرت ابن حجر مکیؒ، حضرت محمد بن محمد ترمذیؒ، مستدرک اور حاکم کے علاوہ صاحبان صحاح ستہ قابل ذکر ہیں۔ ...... (جاری ہے)

(بقیہ قارئین کے خطوط) آئندہ میرے ایڈریس کے ساتھ صوبیدار کا لفظ لکھا کریں۔

صوبیدار محمد خان FPU-5

رسالہ نوائے صوفیہ سے لوگوں کی دلچسپی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس کو ہم اپنے مسلک کا اہم ترین رہنما تصور کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔

کاچو نثار حسین صائم بلغار

علمائے نوربخشیہ کے اتحاد کی مبارک باد دیتا ہوں۔ اللہ کا شکر ہے کہ آخر سب نے حقائق کو تسلیم کر لیا اور مذہب کے امتیازی نام کو برقرار رکھا۔

سید مظفر علی حیدری اسلام آباد

نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں۔ چندہ کی ترسیل کے باوجود ماہ جون کا شمارہ نہیں ملا ہے اس لئے آپ کو اطلاع دے رہا ہوں۔

محمد طاہر کورو بلتستان

ہندوستمبر ۹۸ سے چلم چوکی پر تعینات ہوا ہے۔ خراب حالات کی بنا پر آپ لوگوں سے خط و کتابت کا سلسلہ منقطع رہا جس کی معذرت چاہتا ہوں۔ دسمبر سے اپریل تک کے شمارے نہیں ملے۔ جون میں چلم چوکی پر رسالہ موصول ہوا جس سے بڑی خوشی ہوئی۔ انشاء اللہ ادارہ نوائے صوفیہ کے ساتھ ہمیشہ تعاون جاری رکھوں گا۔ نوائے صوفیہ ہمارا سب سے پسندیدہ رسالہ ہے جس کے باعث اندرون ملک اور بیرون ملک مقیم نوربخشی بھائی یکجا ہو گئے ہیں۔ اور انڈیا کے نوربخشیوں میں بھی دینی بیداری پیدا ہوئی ہے۔ بانی نوائے صوفیہ ڈاکٹر غازی محمد نعیم صاحب اور علامہ صاحب کو سلام۔

سپاہی حامد علی شیلو (باقی صفحہ ۱۸ پر)

جن مستقل خریداروں کے ذمے ماہنامہ نوائے صوفیہ کا سالانہ چندہ واجب الادا ہے۔ وہ اپنی اولین فرصت میں ارسال فرمائیں۔ شکریہ

اقبالیات

اقبال اور تصوف

ذاکر حسین ذاکر بی ایس سی۔ ایم اے

تعارفِ اقبال:

علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ مستند مصدقہ روایت کے مطابق جمعہ ۳ ذیقعدہ ۱۲۹۴ھ مطابق ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ کے ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی صوفی نور محمد نے آپ کو شمس العلماء سید میر حسن کے زیر سایہ مشن سکول میں داخل کرا دیا جہاں سے آپ نے امتیازی نمبروں کے ساتھ پرائمری، مڈل اور انٹرنس کے امتحانات پاس کئے۔ ۱۸۹۵ء میں سکاچ مشن کالج سیالکوٹ سے ایف اے پاس کیا اور لاہور آ کر گورنمنٹ کالج میں بی اے میں داخلہ لیا۔ یہاں سے آپ نے ۱۸۹۷ء میں بی اے اور ۱۸۹۹ء میں ایم اے فلسفہ امتیازی پوزیشن سے پاس کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۰۵ء میں آپ انگلستان چلے گئے۔ جہاں سے آپ نے کیمبرج یونیورسٹی سے فلسفہ اخلاق کی ڈگری لی اور فلسفہ ایران پر تحقیقی مقالے کے صلے میں میونخ یونیورسٹی جرمنی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری پائی۔ اسی دوران بیرسٹری کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ ۱۹۰۸ء میں وطن واپسی کے بعد کچھ عرصہ گورنمنٹ کالج لاہور میں بطور استاد خدمات انجام دیتے رہے اور ساتھ ہی وکالت کا سلسلہ بھی شروع کیا جو تدریس کے شعبے سے علیحدہ ہونے کے بعد بھی جاری رہا۔

آپ نے برصغیر پاک و ہند کی مسلم سیاست میں بھی بھرپور حصہ لیا اور لیجسلیٹو کونسل کے ممبر، مسلم کانفرنس کے صدر اور مسلم لیگ کے صوبائی صدر کے عہدوں پر بھی فائز رہے اور گول میز کانفرنسوں میں بھی شرکت کی۔ بطور سیاح آپ نے اٹلی، مصر، بیت المقدس، پیرس، سپین اور افغانستان وغیرہ کے سفر کر کے تاریخی مقامات کی زیارت کے ساتھ اس دور کی عظیم شخصیات سے بھی ملاقاتیں کیں۔

شاعری میں آپ کی کتابیں فارسی اور اردو دونوں میں شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ کے فارسی کلام میں اسرار خودی، رموز بے خودی، پیام مشرق، زبور عجم، جاوید نامہ، پس چہ باید کرد، اور ارمغانِ حجاز کا فارسی حصہ شامل ہیں جبکہ اردو میں بانگِ درا بالِ جبریل، ضربِ کلیم اور ارمغانِ حجاز کا اردو حصہ موجود ہیں۔ نثری تحریروں میں آپ کے خطاب کا مجموعہ Reconstruction of Religious Thoughts in Islam اور فلسفہ عجم یعنی Development of Metaphysics in Persia اور علم الاقتصادیات جیسی مبسوط کتابوں کے علاوہ بہت سے دیگر مقالات، مضامین اور مکتوبات شامل ہیں۔ فکرِ اقبال میں تصوف کا موضوع خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ اس موضوع پر مثنوی اسرار خودی کی اشاعت کے بعد مختلف علماء اور اقبال کے مابین قلمی جنگ کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔

وسعت مطالعہ اور فکری پختگی کے ساتھ اقبال کے اپنے بدلتے ہوئے خیالات کی وجہ سے بھی ان کا اصل نقطۂ نظر سمجھنے میں کافی دشواری ہوئی۔ فلسفہ اقبال کا مرکزی بنیادی نکتہ انسانی خودی ہے جو ایک منفرد، متحرک dynamic فعال active، ترقی پذیر اور لا

محدود امکانات کا حامل، ہر قدم مضطرب اور آرزوؤں اور امنگوں سے بھرپور حقیقت ہے۔

اقبال اپنے فکر کی پوری عمارت تصور خودی پر قائم کرتے ہیں اور تمام تر نظریات خواہ ان کا تعلق مذہب، اخلاق، معاشرت، معاشیات، آرٹ یا کسی بھی دیگر انسانی علم یا عمل کے پہلو سے ہو تصور خودی کے معیار کو پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اقبال کے مطابق ہر وہ کردار یا علم جو بقاؤ تعمیر خودی کے لئے معاون و مفید ہو خیر ہے اور ہر وہ عمل یا علم جو کسی بھی پہلو سے تخریب خودی یعنی نفی ذات کا سامان پیدا کرے وہ شر ہے۔

اقبال کے نزدیک انسانی خودی ہی انسان کی اصل ذات، شخصیت اور عینیت ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

نقطہ نوری کہ نام او خودی است
زیر خاک ما شرار زندگیست

خودی انسان میں ایک ارتقاء پذیر، ترقی پسند، لامحدود ممکنات کا حامل، ناقابل تجزیہ اور مستقل کلیت ہے۔ یہ تجربات کی آمدو رفت کا مجموعہ بھی ہے اور انسان کے جملہ احساسات، جذبات، عقائد اور افکار کا مرکز اور محور بھی۔ خود عشق و محبت سے توانا ہوتی ہے یعنی عشق ہی اس کی غذائے حیات ہے۔ جذبہ محبت سے خودی کی تعمیر ہوتی ہے۔ خودی کی تعمیر و تکمیل کے لئے عمل پیہم، سخت کوشی، جذب و شوق اور آرزو لازمی عوامل ہیں۔ خودی جس قدر متحرک، فعال اور انقلابی ہو گی اسی قدر وہ کامل ہو گی۔

بے عملی، سستی، و کاہلی، جمود و سکون، رہبانیت، گوشہ نشینی اور جذبۂ عشق سے متصادم افکار و نظریات تخریب خودی کا باعث بنتے ہیں۔

اسی اصول اخلاق کے پیش نظر اقبال نے تصوف کی دو قسموں کا ذکر کیا ہے۔ ایک حقیقی اسلامی تصوف جو تعمیر خودی کے لئے لازمی ہے۔ (بلکہ ان کا نظریہ خودی بذات خود اسلامی تصوف سے ماخوذ ہے) اور دوسرا وہ تصوف جسے بعض اوقات اقبال نے "عجمی تصوف" اور کبھی "تصوف وجودیہ" کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ اقبال کے نزدیک عجمی تصوف نفی خودی کی تعلیم دیتا ہے اور یوں وہ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

تصوف اقبال کی نظر میں :

تصوف کے متعلق اقبال کا نقطہ نظر آپ کے ایک خط کے مندرجات سے بخوبی واضح ہوتا ہے۔ یہ خط ظفر احمد صدیقی کے نام ۱۹۳۶ء میں لکھا ہے۔ اقبال کے نظریہ تصوف پر بحث سے قبل اس خط کے مندرجات کا جائزہ ضروری سمجھتا ہوں۔ مذکورہ خط میں اقبال لکھتے ہیں۔

"دین اسلام جو ہر مسلمان کے عقیدے کی رو سے ہر شے پر مقدم ہے نفس انسانی اور اس کی مرکزی قوتوں کو فنا نہیں کرتا بلکہ ان کے عمل کے لئے حدود متعین کرتا ہے۔ ان حدود کے معین کرنے کا نام اصلاح عام میں شریعت یا قانون الٰہی ہے۔ خودی خواہ مسولینی کی ہو خواہ ہٹلر کی، قانون الٰہی کی پابند ہو جائے تو مسلمان ہو جاتی ہے۔ بہر حال حدود خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکام الٰہی خودی میں اس قدر سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرائیویٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیاء نے فنا کہا ہے۔ بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے۔ لیکن ہندی اور ایرانی صوفیا میں سے اکثر نے مسئلہ فنا کی تفسیر فلسفہ ویدانت اور بدھ مت کے زیر اثر کی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اس وقت عملی اعتبار سے ناکارہ محض ہے۔ میرے عقیدے کی رو سے یہ تفسیر بغداد کی تباہی سے بھی خطرناک تھی اور ایک معنی میں میری تمام تحریریں اس تفسیر کے خلاف ایک قسم کی بغاوت ہے۔"

یہاں اقبال تکمیل شریعت کو طریقت کا نام دیتے ہیں اور یوں تصوف کو بطور روح شریعت تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ طریقت کا

ہے۔اقبال تعلق قلب سے ہے جبکہ عام شرعی امور کا تعلق انسان کے اعمال و [وہ] اس کی کردار سے ہے۔

یہاں دو باتیں قابل غور ہیں اور یہ کہ طریقت احکام شرعیہ کو قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام ہے اور اقبال اس کی تائید اور حمایت کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ بعض ہندی اور ایرانی صوفیا نے مسئلہ فنا کی تعبیر ویدانت اور بدھ مت کے زیر اثر کیا ہے۔ یعنی اکثر ہندی اور عجمی صوفیاء پر بیرونی اثرات مرتب ہوئے اور ان اثرات کے نتیجے میں وہ اسلام کی حرکی روح سے دور ہو گئے۔ ایسے صوفیاء اور تصوف کی مخالفت کو اقبال اپنی تمام تر تحریروں کی غایت سمجھتے ہیں۔

اگرچہ اقبال کے نظریات تصوف کے متعلق مستحکم نہیں رہے اور دیگر موضوعات کے ساتھ ساتھ تصوف کے متعلق بھی فکر اقبال ارتقاء پذیر رہا اور علوم کی وسعت کے ساتھ بدلتے افکار کی درجہ بدرجہ ترمیم ہوتی رہی۔ تاہم کسی بھی دیگر موضوع پر عموماً اور تصوف کے متعلق خصوصاً اقبال کی وہ رائے زیادہ مستند ہوگی اور اسے واقعتاً اس وقت اقبال کی رائے کہنا چاہیے جو ان کی فکری پختگی کے دور یعنی آخری دور میں تشکیل ہوئی۔

اقبال کا فطری اور آبائی رجحان تصوف کی طرف تھا۔ پھر تصوف پر بیرونی اثرات اور نتائج کی وجہ سے آپ اس دور میں رائج تصوف کے مخالف ہوئے۔ لیکن اس دور میں بھی اسلامی تصوف کی روح کے قائل رہے۔ پھر آخری دور میں آپ اسلامی تصوف کی عملی اور روحانی حیثیت کے جا طور پر معترف رہے۔ اقبال کے اس فکری ارتقاء اور اس کے سبب آپ کی حیات اور نظریات پر اثرات کی بناء پر ڈاکٹر جاوید اقبال نے حیات اقبال کو تین ادوار یعنی (۱) تشکیلی دور (۲) وسطی دور اور (۳) اور آخری دور میں تقسیم کیا ہے۔ اقبال خود اس امر کی وضاحت صاف الفاظ میں کرتے ہیں کہ انھیں کس طرح متصوفانہ نظریات سے اختلاف ہے اور کس تصوف کے وہ حامی ہیں۔ اسرار خودی اور تصوف کے زیر عنوان مضمون میں ایک جگہ اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"فلسفیانہ اور مؤرخانہ اعتبار سے مجھے بعض ایسے مسائل سے اختلاف ہے جو حقیقت میں فلسفے کے مسائل ہیں مگر جن کو عام طور پر تصوف کے مسائل سمجھا جاتا ہے۔ تصوف کے مقاصد سے مجھے کیونکر انکار ہو سکتا ہے۔ کوئی مسلمان ہے جو ان لوگوں کو برا کہے جن کا نصب العین محبت رسول اللہ ﷺ ہے اور جو اس ذریعہ سے ذات باری سے تعلق پیدا کر کے اپنے اور دوسروں کے ایمان کی پختگی کا باعث ہوتے ہیں۔ اگر میں تمام صوفیاء کا مخالف ہوتا تو مثنوی میں ان حکایات و معقولات سے استدلال نہ کرتا۔"

اقبال نے بارہا تاریخ تصوف لکھنے کے عزم کا اظہار کیا ہے بلکہ ایک خط میں اس کے دو ابواب مکمل کر لینے کا بھی ذکر ہے۔ اس خط میں آپ اس عزم کے اظہار کے بعد تصوف کے مثبت پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"تصوف کے ادبیات کا وہ حصہ جو اخلاق و عمل سے تعلق رکھتا ہے نہایت قابل قدر ہے کیونکہ اس کے پڑھنے سے طبیعت میں سوز و گداز کی حالت طاری ہوتی ہے۔ فلسفہ کا حصہ محض بے کار محض ہے اور بعض صورتوں میں میرے خیال میں تعلیم قرآن کے مخالف۔ اسی فلسفے نے متاخرین صوفیہ کی توجہ صور و اشکال غیبی کے مشاہدے کی طرف کر دی اور ان کا نصب العین محض غیبی اشکال کا مشاہدہ بن گیا ہے۔ حالانکہ اسلامی نقطۂ نظر سے تزکیہ نفس کا مقصد محض یقین و استقامت ہے۔ اخلاقی اور عملی اعتبار سے متصوفین اسلامیہ کی حکایات و معقولات کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔" ساتھ ہی آپ بقائے تصوف کے لئے بقائے شریعت کی اہمیت کو بھی واضح کرتے ہیں۔

"حضرات صوفیہ خود کہتے ہیں کہ شریعت ظاہر ہے اور تصوف باطن۔ لیکن اس پر آشوب زمانے میں وہ ظاہر جس کا باطن تصوف ہے معرض خطر میں ہے۔ اگر ظاہر قائم نہ رہا تو اس کا باطن کس طرح قائم رہ سکتا ہے؟"

شاہ سلیمان پھلواری کے نام ایک خط میں عقائد اسلامیہ پر نظریہ وحدت الوجود کے اثرات اور اس کی وجہ مخالفت بیان کرتے

کے بعد اقبال نے اسلامی تصوف سے اپنی وابستگی اور اس کے تحفظ پر زور دیتے ہوئے لکھا ہے۔

"فارسی شعراء نے جو تعبیر اس مسئلے (وحدت الوجود) کی کی ہے اور جو نتائج پیدا کیے ہیں اس پر مجھے سخت اعتراض ہے۔ یہ تعبیر مجھے نہ صرف عقائد اسلامیہ کی مخالف معلوم ہوتی ہے بلکہ عام اخلاقی اعتبار سے بھی اقوام اسلامیہ کے لئے مضر ہے۔ یہی تصوف عوام ہے اور شیخ علی حزیں نے بھی اسی کو مد نظر رکھ کر کہا تھا کہ "تصوف برائے شعر گفتن خوب است" لیکن حقیقی اسلامی تصوف کا میں کیوں کر مخالف ہو سکتا ہوں کہ خود سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ بعض لوگوں نے ضرور غیر اسلامی عناصر اس میں داخل کر دیے ہیں۔ جو شخص غیر اسلامی عناصر کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے وہ تصوف کا خیر خواہ ہے نہ کہ اس کا مخالف۔ انھیں غیر اسلامی عناصر کی وجہ سے ہی مغربی محققین نے تمام تصوف کو غیر اسلامی قرار دیا ہے اور یہ حملہ انھوں نے حقیقت میں مذہب اسلام پر کیا ہے۔ ان حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ تصوف اسلامیہ کی ایک تاریخ لکھی جائے جس سے معاملہ صاف ہو جائے اور غیر اسلامی عناصر کی تنقیح ہو جائے۔ سلاسل تصوف کی تاریخی تنقید بھی ضروری ہے اور زمانہ حال کا عالم النفس جو مسالہ تصوف پر حملہ کرنے کے لئے تیار کر رہا ہے۔ اس کا نشتر ہی سے علاج ہونا ضروری ہے۔"

اقبال نے اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کرنے کے لئے ایک مضمون بعنوان "علم ظاہر و علم باطن" لکھا جو ۲۸ جون ۱۹۲۶ء کو رسالہ "وکیل" میں شائع ہوا۔ اس مضمون میں تصوف کے خلوص فی العمل ہونے کی تعریف کو مجدد الف ثانی کے حوالے سے بیان کر کے اس کی تائید یوں کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

"حضرت مجدد الف ثانی" اپنے مکتوبات میں کئی جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تصوف شعار حقہ اسلامیہ میں خلوص پیدا کرنے کا نام ہے۔ اگر تصوف کی یہ تعریف کی جائے تو کسی مسلمان کو اس پر اعتراض کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ راقم الحروف اس تصوف کو جس کا نصب العین شعائر اسلام میں مخلصانہ استقامت پیدا کرنا ہو عین اسلام جانتا ہے اور اس پر اعتراض کرنے کو بدبختی اور خسران کا مترادف سمجھتا ہے۔" ایک اور خط میں یہی بات یوں لکھی ہے۔ "تصوف سے اگر اخلاص فی العمل مراد ہے (اور یہی مفہوم قرون اولیٰ میں اس کا لیا جاتا تھا) تو کسی مسلمان کو اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔" مضمون "علم ظاہر و باطن" میں آپ رہبانی عناصر کے اسلامی تصوف پر اثر انداز ہونے کے رجحانات کی مخالفت پر حضرت جنید بغدادیؒ کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

"خدا کی رحمت ہو سید الطائفہ جنید بغدادیؒ پر کہ انھوں نے رہبانیت کی جز یعنی امتیاز علم و معرفت کے پیدا ہوتے ہی اس کے خطرناک نتائج کا احساس کر کے اس کی مخالفت کی۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقائد اسلامیہ میں رہبانی رجحانات کے داخل ہونے کی مخالفت کرنے والے بھی صوفیاء اسلام تھے۔ اسی وجہ سے اقبال ایسے صوفیاء کے مداح ہیں جنھوں نے اسلام کی حرکی روح جگانے اور اس کی تبلیغ کی کوشش کی۔ (اس ضمن میں اقبالؒ حضرت جنید بغدادیؒ کے علاوہ جو خود سلسلۃ الذہب الصوفیہ کے قطب ہیں حضرت شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کی تعریف میں بھی رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ (مدیر)"

اقبال کی تمام تر تحریروں میں مسلم عقائد پر عجمی اثرات کا تذکرہ بہت شدت سے پایا جاتا ہے۔ سید سلیمان ندوی کے نام ایک خط میں سلسلہ قادریہ سے اپنی وابستگی اور سلاسل تصوف پر بیرونی اثرات کا یوں ذکر کیا ہے۔

"میرا تو عقیدہ ہے کہ غلو فی الزہد اور مسئلہ وجود مسلمانوں میں زیادہ تر بدھ (سمنیت) مذہب کے اثرات کا نتیجہ ہے۔ خواجہ نقشبند اور مجدد سرہند کی میرے دل میں بڑی عزت ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آج یہ سلسلہ بھی عجمیت کے رنگ میں رنگ گیا۔ یہی حال سلسلہ قادریہ کا ہے جس میں میں خود بیعت رکھتا ہوں۔ حالانکہ حضرت محی الدین کا مقصود اسلامی تصوف کو عجمیت سے پاک کرنا تھا۔"

علامہ اقبال نے تصوف میں عجمی اثرات کے خلاف عظیم مسلمان صوفیاء کے کردار کو بھی نظر انداز نہیں کیا بلکہ ان کی خدمات کو خوب سراہا ہے۔ اکبر الہ آبادی کے نام اپنے ایک مکتوب میں علامہ لکھتے ہیں۔

"پہلے عرض کر چکا ہوں کہ کون سا تصوف میرے نزدیک قابل اعتراض ہے۔ میں جو کچھ لکھا وہ نئی بات نہیں۔ حضرت علاؤ الدولہ سمنانی لکھ چکے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی لکھ چکے ہیں......"

آگے عجمی تصوف اور اسلامی تصوف میں فرق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"عجمی تصوف سے لٹریچر میں دل فریبی اور حسن و چمک پیدا ہوتی ہے۔ مگر ایسا طبائع کو پست کرنے والا۔ اسلامی تصوف دل میں قوت پیدا کرتا ہے اور اسی قوت کا اثر لٹریچر پر ہوتا ہے۔"

اکبر الہ آبادی کے نام ایک اور خط میں علامہ نے اسلامی بے خودی یا فنا کے متعلق اپنا نقطۂ نظر پیش کرتے ہوئے عجمی اور اسلامی تصوف کے فرق کو اس پہلو سے یوں واضح کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

"حقیقی اسلامی بے خودی میرے نزدیک اپنے ذاتی اور شخصی میلانات، رجحانات تخیلات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہو جانا ہے۔ اسی طرح یہ کہ اس پابندی کے نتائج سے انسان بالکل لاپروا ہو جائے اور محض تسلیم و رضا کو اپنا شعار بنائے۔ یہی اسلامی تصوف کے نزدیک فنا ہے۔ البتہ عجمی تصوف فنا کے کچھ اور معنی لیتا ہے۔"

کتاب اسرار خودی پر جہاں خواجہ حافظ شیرازی اور عجمی تصوف کے خلاف لکھنے پر مسلمانوں نے تنقید کی اور جس کا جواب اقبال وقتاً فوقتاً دیتے رہے، مغربی مفکرین نے بھی فلسفہ اسرار پر علمیاتی اور فلسفیانہ تنقید کی۔ ان مغربی ناقدین کے اعتراضات کے جواب میں اقبال نے پروفیسر نکلسن (مترجم اسرار خودی) کے نام ایک طویل خط لکھا۔ اس خط میں علامہ اقبال اس کتاب کے بنیادی فلسفے کو مسلم صوفیا اور حکماء سے ماخوذ قرار دیتے ہیں۔" ....

(جاری ہے)☆

(بقیہ قارئین کے خطوط)

از مقام لیہ

۱۳ اپریل ۹۹

ارسال کردہ شفقت نامہ مع رسالہ موصول ہوا۔ پڑھ کر از حد خوشی ہوئی کہ رسالے میں ہمارے ساتھ آپ حضرات اور دیگر تمام ہم مسلک بھائیوں کی محبت کا رنگ نمایاں تھا۔ میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ رسالے کا چندہ جلد ارسال کروں مگر مقامی پوسٹ آفس سے بھیجنا ممکن نہیں ہے۔ ہمارا گاؤں پچا تھنگ ۷۴ گھرانوں پر مشتمل ہے جو کہ سب کے سب صوفیہ نوربخشیہ ہیں۔ اور خدا کے فضل و کرم سے ہمارے عقائد نوائے صوفیہ اور دیگر کتب صوفیہ کے معیار پر پورا اترتے ہیں۔ میرے والد مرحوم صوفی عالم تھے جن کی مساعی کی بدولت ہمارے لوگ راہ راست پر قائم رہے۔ مگر ہمیں افسوس رہتا تھا کہ اپنے مسلک کی کتابیں اور رسالے دستیاب نہیں تھے۔ آج خداوند کریم کی مدد اور ائمہ معصومین کی محبت کے طفیل آپ حضرات کی ذاتی قربانی اور دینی جذبے کی وجہ سے ہر ماہ نوائے صوفیہ اور دیگر چند کتب کے مطالعہ کرنے توفیق حاصل ہونے پر ہم نہایت خوش ہیں۔ سائل اپنے گاؤں میں معمولی استاد ہوں اور عوام کو انہی کتابوں کی روشنی میں وعظ و نصیحت بھی کرتا ہوں۔ سب گاؤں والے آپ، اور دیگر دینی خدمت بجالانے حضرات کو سلام عرض کرتے ہیں۔ انشاء اللہ مستقبل میں بھی رابطہ جاری رہے گا۔

سید مرتضیٰ صاحب سے ملاقات ہوئی ہے وہ خیریت سے ہیں۔ آپ لوگوں کے نام کئی خط بھیج چکے ہیں مزید خط لکھنے کو کہا ہے۔

آخر میں رسالے کی ترسیل کے لئے پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میرے ساتھ دیگر پڑھے لکھے لوگ بھی رسالے کو پڑھتے اور مستفید ہوتے ہیں۔ ہم دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب دینی خدمات بجا لانے والوں کو سلامت رکھیں اور سب برادران ملت کے مابین اتفاق و اتحاد قائم ہو۔

علی حسن ملا پچا تھنگ ضلع لیہ انڈیا☆

یادِ رفتگان

بواعلی مرحومؒ

مولوی عبدالحمید و فاچو غلام عباس

صوفیہ نوربخشیہ کے بزرگ صوفی مولانا علی جو عرف عام میں بواعلی غرو چنگ کے نام سے پہچانے جاتے تھے گزشتہ دنوں اس دار فانی سے انتقال فرما گئے۔ آپ ایک عالم با عمل، صوفی باصفا، آسمان ولایت کا ایک درخشندہ ستارہ، ذاکر شیریں سخن اور طوطی شکر مقال تھے۔ زیر نظر مضمون میں آپ کی زندگی کے چند گوشے بیان کئے جا رہے ہیں جو ہم نے آپ کے تینوں صاحبزادگان اور خاص خاص شاگردوں سے اکٹھے کئے ہیں۔

ولادت:

آپ سال ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں علاقہ خپلو ضلع گانچھے کے محلہ غرو چنگ میں ایک مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام بوا محمد ابراہیم تھا اور والدہ کا نام بی بی جان تھا۔ آپ کا پیدائشی نام علی ہے بعد میں اپنے علم و فضل کی وجہ سے بواعلی کے نام سے مشہور ہوئے۔ لفظ 'بوا' بلتی میں عالم دین یا مذہبی شخصیت کے لئے احتراماً استعمال ہوتا ہے۔

تعلیم و تربیت:

آپ نے ابتدائی تعلیم قرآن مجید کی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ پھر فقہ و تصوف و دیگر علوم دینی کی تعلیم کے لئے معروف عالم دین بواعلی موسیٰ کی خدمت میں مچلو تشریف لے گئے۔ بواعلی موسیٰ مرحوم ایک جید عالم ہونے کے علاوہ میدان ریاضت کے شہسوار بھی تھے۔ سوائے محرمات والے دنوں کے سارا سال روزہ رکھتے تھے۔ آپ کے استاد کی صحبت کا اثر تھا کہ آپ کو نوعمری ہی سے عبادت اور ریاضت سے لگاؤ پیدا ہوا اور مذہبی جذبہ قلب میں موجزن ہوا۔ آپ اخون علی ستروئی کے داد ابوا محمد مرحوم کے بھی شاگرد رہے

دینی مدارس کا قیام:

جب آپ حصول تعلیم کے مراحل سے گزر رہے تھے تو اہل صوفیہ نوربخشیہ کا اپنا کوئی مدرسہ یا دینی تربیت گاہ نہ تھی جس کی وجہ سے حصول علم کا شوق رکھنے والے والے نوربخشی بچوں کو دیگر مکاتب فکر والوں کے مدارس کا رخ کرنا پڑتا تھا۔ آپ نے تعلیم سے فراغت کے ساتھ ہی دینی تعلیم کے فروغ کے لئے مدارس کے قیام کی طرف توجہ دی اور آپ کی کوششوں سے پہلا نوربخشی دینی مدرسہ ۱۹۶۱ میں بانچی خپلو میں قائم ہوا۔ وقت کے راجہ آغا جان نے مدرسہ کے لئے عمارت وقف کر دی۔ آپ غرو چنگ کی پہاڑی سے اتر کر طویل مسافت طے کر کے روزانہ پیدل چل کر تدریس کے لئے تشریف لاتے تھے۔

اس مدرسہ کے قیام کے بعد آپ نے بزرگان صوفیہ نوربخشیہ کی تعلیمات کو عام کرنے کا اپنا مشن جاری رکھا جس کے لئے مزید مدارس کے قیام کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ باقرپی گند میں سرکردگان خپلو کا اجلاس ہوا اور تھسوں میں ۱۹۶۷ء میں ایک دارالعلوم کے قیام کا فیصلہ ہوا۔ مدرسہ کی عمارت کے لئے ایک مخیر نے مفت زمین فراہم کی۔ تھسوں میں مدرسہ کے قیام تک باقرپی گند

ہی میں تدریس کا سلسلہ جاری کیا گیا۔ بعد ازاں مدرسہ کے قیام کے بعد آپ کو اس کا ناظم مقرر کیا گیا۔ جب طلباء کی تعداد میں اضافہ ہوا تو مفتی محمد عبداللہ صاحب کو بھی تدریسی ذمہ داری سونپی گئی۔ دارالعلوم تھگسوں ایک اقامتی درسگاہ تھی جس میں طلباء کے قیام و طعام کا مفت بندوبست تھا۔ آپ نے مدرسہ مذکور کی مالی کفالت کے لئے پانچ سال مسلسل چولونگ کھا سے تھلے تک بلتستان کے اکثر علاقوں کا دورہ کیا۔ ان دنوں میں بلتستان میں ٹرانسپورٹ کا کوئی انتظام نہیں تھا اور سفر پیدل ہی طے کرنا پڑتا تھا۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ ابو علی غریس بھی ساتھ ہوتے تھے۔ بلتستان بھر کے عوام نے آپ کے ساتھ بھرپور تعاون کیا اگرچہ مشہ بردم نالہ میں چند مقامی علماء کی مخالفت کی وجہ سے اس مہم میں مشکل پیش آئی۔

امامت و خطابت :

آپ نے تدریسی کام کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے کے لئے مختلف خانقاہوں اور مسجدوں میں امامت اور خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ آپ سب سے پہلے جامع مسجد باقرپی گند میں جمعۃ المبارک اور عیدین کے خطبے اور محرم کی مجالس پڑھاتے تھے۔ پھر آپ نے یادگار امیر کبیر سید علی ہمدانی" جامع مسجد چھپن میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ جب جامع مسجد چھپن میں تنازعہ پیدا ہوا اور چھپن کو عبادت خداوندی اور صلوٰۃ و جمعہ وغیرہ کے لئے بند کیا گیا تو آپ نے بحیثیت خطیب نوربخشی عالم دین جرأت اور غیرت ایمانی کا مظاہرہ کیا۔

۱۹۸۰ء میں آپ کو بغرض علاج اسلام آباد لے جایا گیا تو آپ نے وہ لمحات بھی تعلیم و تدریس سے خالی نہ رکھے اور اہل اسلام آباد نے بھی آپ کی تشریف آوری اور آپ کے جذبۂ خدمتِ دین کو غنیمت جان کر آپ کو جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد کی امامت اور خطابت کی ذمہ داری سونپی۔ آپ نے چار سال تک احسن طریقے سے اپنی ذمہ داری نبھائی اور جامع مسجد مذکور پر ہی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

۱۹۸۴ء میں آپ کو زیارت حرمین شریفین کی توفیق عطا ہوئی اور آپ نے فریضۂ حج ادا کیا۔ ۱۹۹۰ء میں حضرت امام علی رضا اور سلسلہ ذہب کے دیگر بزرگوں کے روضہ ہائے مبارک کی زیارت کے لئے ایران بھی تشریف لے گئے۔

آپ کے شاگرد :

یوں تو اہل بلتستان کی کثیر تعداد نے آپ سے علمی استفادہ کیا جن میں مرد اور خواتین دونوں شامل ہیں تاہم آپ کے چند مشہور شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ اخوند علی موسیٰ صاحب امام و مدرس محلہ گرونگ

۲۔ مولانا محمد ابراہیم فیضی صاحب ایم اے پرنسپل مدرسہ شاہ ہمدان سکردو

۳۔ قاری محمد ابراہیم صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ سرموں

۴۔ اخوند شکور صاحب پیش امام محلہ سرگیب و مدرس مدرسہ عون المؤمنین صوفیہ نوربخشیہ خپلو

۵۔ اخوند علی صاحب پیش امام محلہ سترونپی و مدرس دارالعلوم صوفیہ نوربخشیہ سترونپی

۶۔ مولانا خادم حسین چندوی صاحب سابق خطیب جامع مسجد نوربخشیہ کراچی

۷۔ سید حسن شاہ شیگری صاحب ایم۔ اے لیکچرار ڈگری کالج سکردو

۸۔ محمد ابراہیم خلیل صاحب خطیب و ناظم مدرسہ اہل بیت سکردو

علاوہ ازیں اخوند محمد جان تھگسوں، اخوند موسیٰ علی ملایوا، اخوند محمد علی سلینگ اور اخوند قادر بھی آپ کے شاگرد ہیں۔

معمولات و عادات :

آپ کو عبادت و ریاضت، ذکر و مراقبہ اور اعتکاف نشینی سے خصوصی شغف تھا۔ اعتکاف نشینی تمام انبیائے سلف اور اولیائے عظام کا معمول رہا ہے چنانچہ حضرت میر شمس الدین عراقی" کے

فرمان کے مطابق انسانی تربیت کے لئے واجبات کے بعد اعتکاف نفلی سب سے افضل اور موثر عبادت ہے (دیکھئے تحفۃ الاحباب) آپ نے بھی تزکیہ نفس اور تصفیۂ قلب کے لئے ۱۹۷۷ء میں پہلی اعتکاف نفلی "سر فو فقیری مسجد" تھوری کھر میں اختیار کی لیکن جمعہ پڑھنے کے لئے وہاں سے تقریباً ایک میل کا فاصلہ طے کر کے جامع مسجد چھن میں تشریف لاتے۔ اس کے بعد آپ رمضان المبارک کا آخری عشرہ ہمیشہ اعتکاف میں بیٹھتے۔ عمر کے آخری حصے میں آپ فقیر محمد ابراہیم صاحب کی امارت میں شامل ہو گئے تھے اور آخری اعتکاف ۱۹۹۵ء میں غرو چنگ مسجد میں پندرہ معتکفین کے ساتھ کیا۔ آپ کو فقیر محمد ابراہیم صاحب کے اعتکاف کے طور طریقے پسند تھے اور جوانی میں یہ طریقے میسر نہ آنے کا افسوس تھا۔ جہاں کہیں اعتکاف ہوتا آپ وہاں اپنے حق میں التماس دعا کا پیغام بھی بھیجتے تھے۔

آپ کے چھوٹے صاحبزادے نے ایک ایمان افروز واقعہ یوں بیان کیا کہ ایک دفعہ میں اپنے کمرے میں رات کو سویا ہوا تھا۔ رات کے تقریباً ایک بجے آپ کی آواز بلند ہوئی۔ میں آپ کے کمرے میں گیا تو دیکھا کہ آپ عالم خواب میں یہ آیت تلاوت کر رہے تھے۔

یا ایھا الذین آمنوا امنوا باللہ و ملائکتہ ...... الخ

یعنی آپ اس آیت کریمہ کی تلاوت کر رہے تھے جس میں صوفیہ نوربخشیہ کا اصول ایمانی بیان ہوا ہے۔

صوفیہ نوربخشیہ سے آپ کی وابستگی ساری عمر رہی تھی چنانچہ درج ذیل واقعہ آپ نے کئی محفلوں میں بیان فرمایا اور نیز آپ کی زبانی ایک کیسٹ میں بھی محفوظ ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ میر مختار نے ایک بار اپنے گھر میں ایک میٹنگ میں بہت سے علمائے نوربخشیہ کو جمع کیا اور ان سے باری باری صوفیہ امامیہ نوربخشیہ کا حلف لینے لگے۔ چند علماء سے حلف لینے کے بعد جب مولوی محمد ابراہیم مرحوم تھوا کی باری آئی تو انہوں نے ان الفاظ میں حلف اٹھایا کہ "میں صوفیہ نوربخشیہ پر قائم رہوں گا۔ "مذہب صوفیہ نوربخشیہ کے اندر لفظ امامیہ کے اجراء اور دوسری تحریفات کی تاریخ پر آپ کا ایک جامع انٹرویو آپ کی زبانی کیسٹ میں محفوظ ہے۔

آپ کے اخلاق و عادات اور معمولات زندگی صوفیانہ رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ آپ بڑی نرم طبیعت کے مالک تھے۔ طلباء کے ساتھ بہت شفقت سے پیش آتے تھے۔ آپ کی طبیعت میں سختی بالکل نہیں تھی تاہم شرعی معاملات میں کوتاہی کی صورت میں اولاد اور طلباء کی سرزنش ضرور کرتے تھے۔ آپ بڑے مہمان نواز تھے۔ دینی مشاغل اور عبادت و ریاضت میں مشغولیت کی وجہ سے آپ کو گھر کے کام کاج کا موقع بہت کم ملتا تھا تاہم فارغ اوقات میں کام کاج میں مصروف رہتے تھے۔ آپ اچھے خوش نویس بھی تھے۔ آپ ہمیشہ بوریے پر سوتے تھے۔ کثرت سے شب بیداری کرتے۔ آہ و زاری آپ کا معمول تھا۔ خاص کر اوراد صحیہ پڑھتے ہوئے آپ کی ہچکی بندھ جاتی تھی۔ تلاوت کلام پاک سے آپ کو بہت شغف تھا۔ آپ کی زبان ہمیشہ ذکر خدا سے آباد رہتی تھی۔

آپ اپنے شاگردوں کو محرم کی مجالس کے لئے اور دیگر مواقع پر تقاریر لکھ کر دیتے تھے۔ محرم الحرام کی مجالس پر مشتمل آپ کی ایک غیر مطبوعہ تالیف بلتی زبان میں اخوند علی موسیٰ گرونگ کے پاس محفوظ ہے۔ اگر یہ نسخہ چھپ جائے تو ذاکرین اور واعظین کے لئے ایک نادر تحفہ ثابت ہو سکتا ہے۔

وفات:

آپ گزشتہ ایک سال سے جسمانی کمزوری کے باعث صاحب فراش تھے۔ وفات سے چند روز قبل آپ کو سول ہسپتال سکردو میں داخل کیا گیا۔ چونکہ آپ ہمیشہ یوم عرفہ کو روزہ رکھتے تھے اور عید کے دن قربانی کے گوشت سے افطار کرتے تھے۔ وفات کے قریب بھی آپ نے جمعہ اور قربانی کے بارے میں استفسار کیا اور بالآخر ماہ ذی الحج یوم عرفہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۹۹ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کے تین صاحبزادے بحمد اللہ امامت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ بڑے صاحبزادے اخوند محمد خطیب بھی ہیں۔ ☆

فقہی مسائل

آپ کے مسائل اور ان کا حل

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

اس عنوان کے تحت ادارے کو موصول ہونے والے مفید سوالات کے جواب شریعت محمدیہ کی روشنی میں شائع کئے جاتے ہیں۔ اس شمارے کے لئے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوالات

سوال نمبر ۱۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جنسی رابطہ قائم کرنے کے بعد غسل کے بغیر کئی بار جنسی رابطہ قائم کرے تو کیا اس کے ذمے کئی غسل واجب ہوں گے؟

سوال نمبر ۲۔ جنسی رابطہ کے بعد اگر میاں بیوی میں سے کوئی فرد غسل کرنے سے پہلے ہی موت کا شکار ہو جائے تو کیا اس کو دو غسل دیے جائیں گے۔

سوال نمبر ۳۔ کیا حالتِ جنابت میں ماں بچے کو دودھ پلا سکتی ہے؟

(سائل علی حسن تھو تھوس چھورٹ حال این ایل آئی سنٹر بونجی گلگت)

سوال نمبر ۴۔ کیا مجبوری کی صورت میں نماز ظہر کی ادائیگی کے فوراً بعد عصر بھی پڑھی جا سکتی ہے؟

سوال نمبر ۵۔ وضو کے دوران باتوں میں لگ جانا کیسا ہے؟

سوال نمبر ۶۔ کیا اقامت پڑھنے چکنے کے بعد باتیں کی جا سکتی ہیں؟

سوال نمبر ۷۔ کیا مجبوری کی حالت میں شلوار پہنے بغیر نماز کی بجا آوری درست ہو سکتی ہے؟

(سائل غلام رسول تمکین محلہ بہادر آباد کورو)

سوال نمبر ۸۔ محاذ جنگ پر شہید ہونے والے سپاہی کی بیوہ دوسری شادی کرنے کے لئے کتنا عرصہ انتظار کرے گی؟

(سائل غلام رضا دلو)

جوابات

جواب نمبر ۱۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

نہیں بلکہ صرف ایک ہی غسل کافی ہے۔

جواب نمبر ۲۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

اس صورت میں صرف غسل میت واجب ہو گا۔ غسل جنابت ساقط ہو جائے گا، کیونکہ غسل جنابت زندہ آدمی کے حق میں نماز کی ادائیگی شرعاً درست ہونے کی خاطر واجب ہے۔ جب آدمی کی زندگی کا خاتمہ ہوا تو اب اس پر مردے کے احکام جاری ہوں گے اور زندہ آدمی کے احکام اس پر جاری نہیں ہو سکتے۔

جواب نمبر ۳۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

جی ہاں۔ حالتِ جنابت میں ماں بچے کو دودھ پلا سکتی ہے جس طرح حالت نفاس اور حالت حیض میں پلا سکتی ہے۔

جواب نمبر ۴۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

جی ہاں۔ مجبوری کی صورت میں جمع بین الصلاتین کی سہولت حاصل

ہونے کی طرح نماز ظہر کے فوراً بعد نماز عصر کی بجاآوری درست ہے

جواب نمبر ۵۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

وضو کے دوران باتوں میں لگ جانا مکروہ فعل ہے اگر اس سے وضو کے واجب احکام میں خلل پڑتا ہو تو وضو عدم سے ہمکنار ہو جائے گا۔

جواب نمبر ۶۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

اقامتِ نماز کے دوران وقفہ کرنا درست نہیں ہے۔ لہٰذا اقامت پڑھ چکنے کے بعد نماز کی ادائیگی میں مصروف ہونا ضروری ہے اور باتیں کرنا شرعاً لغو اور باطل آتے ہے۔ اگر نمازِ گزار اقامت پڑھ چکنے کے بعد باتوں میں لگ جائے تو اسے اجتماعی ادائیگی کی صورت میں اقامت کا اعادہ کرنا ضروری ہو جائے گا۔ بشرطیکہ اقامت پڑھنے والا خود مؤذن ہو اور امامت نماز کا خاص نیت نہ باندھ چکا ہو نیز وہ بھی گپ شپ میں شریک ہو چکا ہو۔

جواب نمبر ۷۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

نماز گزار کے لئے نماز کی ادائیگی کے دوران قابل ستر مقام کی پردہ پوشی ضروری ہے۔ اگر قمیص اور کرتا اس قدر لمبے لمبے ہوں کہ ان سے پردہ کا مقصد حاصل ہو جاتا ہو تو شلوار کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اگر شلوار کے بغیر نماز پڑھنے والے کی صورت میں نماز گزار بے پردہ ہو جاتا ہو تو اسے بیٹھ کر نماز پڑھنا پڑے گا تاکہ وہ بے پردہ نہ ہو جائے۔ اگر سجدہ کی صورت میں بھی بے پردہ ہو جاتا ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی اونچی چیز پر سجدہ کرے تاکہ وہ بے پردہ نہ ہو۔

جواب نمبر ۸۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

شہید سپاہی کی بیوہ محاذ جنگ پر اس کے شہید ہونے کی تاریخ سے لے کر کل چار ماہ اور دس دن کا عرصہ انتظار کرے گی۔ اس مذکورہ عرصے کے گزر جانے کے بعد وہ دوسری شادی رچا سکے گی۔ گویا عدتِ وفات سب کے لئے یکساں ہے خواہ کوئی سپاہی انتقال کر جائے خواہ کوئی عام آدمی۔

امید ہے کہ سائلین اپنے سوالات کے جوابات سے مطمئن ہوں گے۔

بقیہ "نفس"

ہوائے نفسانی ہر روز تین سو ساٹھ مختلف لباس معبودیت پہن کر گمراہی کی دعوت دیتی ہے جب تک بندے کے دل میں گناہ اور نافرمانی کی ہوا ظہور پذیر نہیں ہوتی شیطان اس کے باطن میں داخل نہیں ہوتا، نفسانی خواہشات کو شیطان بڑھا چڑھا کر اور سجا کر پیش کرتا ہے اور اسی سے وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔

حضرت رسول کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ زیادہ خوفناک چیز جس میں مجھے اپنی امت کے مبتلا ہونے کا ڈر ہے ہوا (خواہشات) کی پیروی اور طول امل (لمبی لمبی امیدیں) ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے قرآن کی آیت افرء یت من اتخذ الهه هواه کیا تو نے دیکھا اس شخص کو جس نے خواہش نفسانی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے افسوس ہے اس پر جس کا معبود اس کی خواہش نفسانی ہو۔

مذکورہ بالا کی روشنی میں خواہشات، لذت و شہوات، عزت و جاہ، مقام و مرتبہ، دولت و نعمت، حکومت و سلطنت اور آل و عیال جیسی سفلی مالوفات کا وجود ہے جن کی پیاس قطعی ختم نہیں ہوتی جب تک کہ ریاضت و مجاہدہ اور ذکر و فکر سے اس کی آثار کو ختم کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ صوفیائے کرام نفس اور روح کی فضائے رنگارنگ میں پائے جانے والے انتشار و افتراق سے خوف کھاتے ہوئے ہمیشہ عصر کی نماز کے بعد یہ دعا مانگتے رہتے ہیں۔

اللهم ارنا الحق حق وارزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلاً و ارزقنا اجتنابه اللهم ارنا حقائق الاشياء كما هي برحمتك يا ارحم الرّحمين

"اے ہمارے پروردگار ہمیں حق کو اس کی اصل شکل میں دکھا دے اور اس کی اتباع کی توفیق دے اور باطل کو اس کی اصل صورت میں دکھا دے اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے ہمارے پروردگار ہمیں ہر چیز کی حقیقت سے ایسی ہی آگاہی دے جیسی کہ وہ ہے۔ تیری رحمت کا سہارا اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔"

اخبار التصوف

دنیائے تصوف کی خبریں

جی۔ ایچ معروفی

پیغامِ تہنیت:

نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کی وساطت سے پورے پاکستان میں بسنے والے گھنگس بلتستان کے عوام خصوصاً نوجوانان فدائیان صوفیہ نوربخشیہ گھنگس کی جانب سے ملت صوفیہ نوربخشیہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے پر اہل بلغار کو دلی مبارکباد پیش ہے۔ ہم نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ عہد کرتے ہیں کہ ہم اس فیصلہ پر پوری طرح کاربند رہیں گے اور اب انشاء اللہ مستقبل میں کسی کو بھی اس عہد و پیمان کو توڑنے کی جرأت نہ ہوسکے گی۔

موسیٰ علی و نوجوانانِ صوفیہ
نوربخشیہ مقیم راولپنڈی اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم:

اقرارنامہ:

ہم دس رکنی علمائے نوربخشی مذاکراتی ٹیم اقرار کر کے لکھدیتے ہیں کہ فریقین کے مابین زیرِ بحث اختلافی مسئلہ پر افہام و تفہیم اور فیصلہ کے لئے سرکردگان بلغار اور فریقین کے ماموروہ ثالث حضرات جناب سید حسن شاہ صاحب اور جناب صوفی غلام محمد صاحب کو کلی اختیارات دیتے ہیں کہ وہ زیرِ بحث مسئلہ کو مناسب طریقہ سے نمٹادیے ہمیں وہ قابل قبول ہیں۔ ۷ اجولائی ۱۹۹۹ء

گروپ ۱

۱۔ جناب پیر سید محمد شاہ صاحب (دستخط)
۲۔ جناب سید محمد شاہ صاحب (دستخط)
۳۔ جناب شیخ سکندر صاحب (دستخط)
۴۔ جناب شیخ محسن صاحب (دستخط)
۵۔ جناب حسن نوری صاحب (دستخط)
۶۔ جناب ہوایونس صاحب (دستخط)

گروپ ۲

۱۔ جناب مفتی محمد عبداللہ صاحب (دستخط)
۲۔ جناب علامہ محمد بشیر صاحب (دستخ
۳۔ جناب مفتی علی محمد صاحب (د
۴۔ جناب مولانا غلام حسن حسو صاحب
۵۔ جناب مولانا شکور علی انور صاحب (د

۶۔ جناب سید نواز حسین صاحب (دستخط)

۷۔ جناب فقیر محمد ابراہیم صاحب (دستخط)

فیصلہ ثالثان منعقدہ بلغار:

مورخہ ۷ اجولائی ۱۹۹۹ء کو پیروکاران نور بخشیہ بلغار نے مذہب کے اندر بیرونی عناصر کے پیدا کردہ اختلافات کو مل بیٹھ کر حل کرنے کے لئے دس رکنی علماء مذاکراتی ٹیم کو دعوت دی۔ فریقین نے اپنے اپنے موقف کو دانشوروں و سرکردگان اور علماء بلغار کے سامنے پیش کئے اور ہر دو فریق نے سرکردگان بلغار اور فریقین کے ماموروہ ثالث جناب سید حسن صاحب شگری اور جناب صوفی غلام محمد صاحب کو فریقین کے مابین زیر بحث اختلافی مسئلہ (مذہب کا نام) کے فیصلے کے لئے کلی اختیارات دیے۔ ثالثین نے فریقین کے تحریری موقف کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد درج ذیل فیصلے کیے۔

۱۔ مذہب کا نام امیر کبیر علیہ الرحمہ اور شاہ سید محمد نور بخش علیہ الرحمہ کے تعلیمات کی روشنی میں مسلک صوفیہ نور بخشیہ کہنے اور لکھنے پر اتفاق ہوا۔ چہ جائیکہ بارہ امام اول علی علیہ السلام آخر مہدی علیہ السلام جو بعد از رسول کریمؐ کے صحیح جانشین اور امام حقیقی ہونے پر ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں۔

۲۔ چہاردہ معصومین علیہم السلام کے ایام ولادت اور وفات کے مواقع پر مجالس عید اور مجالس عزاداری کو عبادت سمجھ کے منا تے رہے ہیں اور مناتے رہیں گے۔

۳۔ سلسلہ ذہب کے پیران طریقت جو شیخ معروف کرخی علیہ الرحمہ سے عصر حاضر کے پیر جناب سید محمد شاہ نورانی مدظلہ کو پیدا بیدا اجازت یافتہ پیشوا دینی مانتے ہیں جو حضرت میر سید علی ہمدانی اور شاہ سید علیہ الرحمہ کے تعلیمات کی روشنی میں ہے۔

۴۔ مسلک کے اندر مروج آذان جو دعوت صوفیہ میں مندرج ہیں جسمیں اشہد ان علی اولی اللہ حی علی خیر العمل اور محمدٌ و علیٌ خیر البشر جز آذان کہتے ہیں۔

۵۔ مسلک نور بخشیہ میں مجاہدہ ریاضت اور اعتکاف وغیرہ فقہ الاحوط کے مطابق بجا لائیں گے جس کی صحت کے بارے میں دونوں فریق کے علماء کرام باہمی گفت و شنید کے بعد حتمی عمل طے کریں گے۔

۶۔ نور بخشی مسلک کے مسجدوں، خانقاہوں اور مدرسوں وغیرہ پر جہاں کہیں بورڈ لگا ہوا ہے وہ موجودہ حالت میں ہی رہے گا۔ آیندہ کے لئے نیا بورڈ لگانا ہو تو اس پر صوفیہ نور بخشیہ کے ساتھ کلمہ طیبہ لکھا جائے گا۔

۷۔ مسلک کے باقی تمام اختلافی مسائل بھی وقتاً فوقتاً علماء پینل تشکیل دے کر باہمی صلح و مشورہ سے حل کریںگے۔

نوٹ شق نمبر ۶ ثالثان ؟؟؟ صوفی غلام محمد کے فیصلے میں نہیں ہے۔ یہ باتیں جناب آغا حسن شاہ کے مطالبہ کے حد تک محدود ہے۔

دستخط ثالثان و سرکردگان بلغار

۱۔ جناب سید محمد شاہ صاحب میر واعظ خانقاہ معلی بلغار

۲۔ جناب سید علی صاحب

۳۔ جناب سید جعفر شاہ صاحب

۴۔ جناب سید حسن شاہ صاحب

۵۔ جناب صوفی غلام محمد صاحب

۶۔ جناب سید صادق علیشاہ صاحب

۷۔ منشی نور علی

۸۔ محمد امین سابق ڈسٹرکٹ ممبر

۹۔ ضامن علی بلغاری کاتب الحروف تحریر ۱۵ اجولائی ۱۹۹۹ء

۱۰۔ بابو محمد ابراہیم صاحب

۱۱۔ نذیر حسین صاحب

۱۲۔ غلام محمد صاحب

۱۳۔ حاجی محمد حسین صاحب

۱۴۔ حاجی عبدالکریم سرکردہ بلغار مر موگنگ

۱۳۔ عبدالسلام سرکردہ بلغار گوہمایار

۱۴۔ شکور علی سرکردہ بلغار گوہمایار

۱۶۔ شکور علی سرکردہ بلغار گوہمایار

۱۷۔ عبدالکریم سرکردہ ژھوق

۱۸۔ علی سرکردہ ہوپیوا

۱۹۔ عبدالکریم سرکردہ ژھوق

۲۰۔ صوبیدار شکور علی

۲۱۔ صوبیدار عبدالحسین

۲۲۔ حوالدار محمد حسین

۲۳۔ حوالدار عبدالکریم

۲۴۔ غلام مہدی بلغار خوردکھا

۲۵۔ حوالدار محمد موسیٰ گیہ بردس

۲۶۔ صوبیدار محمد ابراہیم بلغار گوہمایار

۲۷۔ حوالدار محمد علی

۲۸۔ محمد حسین

۲۹۔ سید محمد حسرت

(یہ دستاویز جو انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نور بخشیہ بلغار رجسٹریشن نمبر ۹۳۔ GHE-۹۲ مؤرخہ ۳۰ جولائی ۱۹۹۹ء کی طرف سے بوساطت جناب زیڈاے بلغاری سکریٹری جنرل ڈاک خانہ ڈوغنی ضلع گانچھے بلتستان کی وساطت سے وصول ہوئی ہے من وعن شائع کر دی گئی ہے۔ مدیر نوائے صوفیہ نے حق ادارت کے استعمال حتیٰ کہ زبان و قواعد کی درستگی سے بھی گریز کیا ہے تاکہ یہ دستاویز سو فیصد اصل حالت میں قارئین تک پہنچ سکے۔ .... ادارہ)

مبارکباد:

بلغار کے غیور عوام نے جس محنت اور خلوص سے اہل نور بخشیہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کا تاریخ ساز کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ قابل تحسین ہے۔ ہم پیر صوفیہ نور بخشیہ قبلہ سید محمد شاہ نورانی کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس نازک موقع پر تعاون کیا اور اپنی حمایت اور کوشش سے اس فیصلے کو عملی جامہ پہنایا۔ اللہ ہم کو اس مذہب حقہ کی خدمت کی توفیق عطا کرے۔ جملہ اہل صوفیہ نور بخشیہ خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ سے اپیل ہے کہ وہ اتحاد و اتفاق کے سلسلے میں اپنا کردار ادا کریں۔

محمد جابر جنرل سکریٹری تحریک
احیائے صوفیہ نور بخشیہ الکویت

اہل صوفیہ نور بخشیہ مقیم متحدہ عرب امارات کی متفقہ قرارداد:

جمعہ ۳۰ جولائی کو متحدہ عرب امارات میں بسنے والے نور بخشی نوجوانوں کا ایک اہم اجلاس ہوا جس کی صدارت عبدالخالق قاری نے کی۔ اجلاس میں نور بخشی قوم کو متحد کرنے پر اہل بلغار کا شکریہ ادا کیا گیا اور ان علماء کرام کا شکریہ ادا کیا گیا جنہوں نے اس تاریخ ساز معاہدے کو عملی شکل دینے میں مدد کی اس موقع پر ایک متفقہ قرارداد میں کہا گیا کہ اس معاہدے کی خلاف ورزی کرنے والے کو معاف نہیں کیا جائے گا۔

نوجوانان صوفیہ نور بخشیہ
متحدہ عرب امارات

بلغار میں جلسہ عام:

پیر صوفیہ نور بخشیہ قبلہ سید محمد شاہ نورانی نے جمعۃ المبارک کے روز خانقاہ معلی بلغار میں اپنے خطبے میں کہا کہ آج کسی گروہ کی نہیں بلکہ پورے مسلک نور بخشیہ کی جیت کا دن ہے۔ بلغار کے غیور عوام کا کارنامہ قابل تحسین و ستائش ہے۔ تمام نور بخشی عوام مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اس موقع پر بلغار کے علاوہ تھپلو، کھر کوہ اور دیگر نالہ جات سے بھی عوام کا ایک جم غفیر جمع ہو گیا۔ جناب مفتی محمد عبداللہ اور جناب محمد محسن اشراقی صاحب بھی اس موقع پر موجود تھے

۔جلسے کا انتظام و انصرام تنظیم جان نثاران اہل بیت نے سنبھالا۔

محمد کاظم بلغاری

اتحاد کے عملی مظاہرہ کی اپیل :

ہم تمام علماء کرام، دانشوروں اور عوام سے اپیل کرتے ہیں کہ اقرار نامہ بلغار کی دستاویز پر مکمل عمل درآمد کیا جائے۔ تاکہ مستقبل میں گروہ بندی کی سیاست کا قلع قمع ہو۔ مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے امتیازی نام پر علماء کے متفق ہو جانے سے ہم بہت خوش ہیں اور امید کرتے ہیں کہ علماء اس پر عمل کر کے قوم کی خوشیوں کو دوبالا کریں گے۔

صدر بلتستان سیاچن ویلفیر

ایسوسی ایشن اسلام آباد

مبارکباد :

بلتستان سے آمدہ اطلاع کے مطابق پچھلے ہفتے بلغار میں منعقدہ علماء کانفرنس میں تمام علماء کرام اور اکابرین نوربخشیہ نے باہم اتفاق سے دین کے امتیازی نام پر معمولی اختلاف رائے رکھنے والے نوربخشی بھائیوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ اس پر مسرت موقع پر میں اپنی طرف سے اور یو اے ای میں مقیم نوربخشی نوجوانوں کی طرف سے تمام علماء کرام، اکابرین نوربخشیہ اور اہل ملت کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

کاچو فدا حسین شارگو

متحدہ عرب امارات

خراج تحسین :

نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کی وساطت سے علمائے نوربخشیہ کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کی کامیاب کوشش پر بلغار کے نوجوانوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

غلام حسن ہیگری چلاس

اظہارِ تعزیت :

نوائے صوفیہ کے مستقل قاری اور پر خلوص مددگار نائب صوبیدار محمد اسماعیل براہوی، حوالدار غلام حسن نوری، لانس نائیک محمد یوسف خپلوی، سپاہی غلام حسین چھوربٹ کارگل میں جنگ کے دوران وطن عزیز کا دفاع کرتے ہوئے شہید ہو گئے ہیں۔ ادارہ نوائے صوفیہ ان چاروں شہداء کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ پاک انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

بلغار کے عظیم سپوت اور ۱۹۷۱ کی جنگ کے غازی صوبیدار علی تمغہ جرأت بھی مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ ادارہ نوائے صوفیہ ان کے اہل خانہ اور احباب سے بھی اظہار تعزیت کرتا ہے۔

مسجد صوفیہ نوربخشیہ ہورچس کی تعمیر :

اللہ کے فضل و کرم اور بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے محلہ ڈھلی پی کھور موضع ہورچس کی پرانی اور خستہ حال مسجد کی تعمیر کا کام پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ یہاں پانچ وقت کی نماز کے علاوہ اعتکاف نشینی کی بجاآوری کے لئے جگہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس کار خیر میں نمایاں کردار ادا کرنے والوں میں حاجی علی صاحب کے علاوہ غلام مہدی، محمد حسین، غلام نبی، سلمان علی سمنانی، غلام علی، الیاس حسین، علی محمد، فدا حسین، فدا حسین، عابد حسین اور ابراہیم علی سبھی شامل ہیں۔ ان خوش قسمت لوگوں نے مدرسہ شاہ ہمدان صوفیہ نوربخشیہ ہورچس کا قیام بھی عمل میں لایا تھا۔

غلام حسن ہیگری چلاس

انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نوربخشیہ بلغار کو مبارکباد اور نوائے صوفیہ کی عملی تجاویز :

ادارہ نوائے صوفیہ اراکین انجمن فلاح و بہبود صوفیہ

نورخشیہ بالخصوص کو مبارکباد پیش کرتا ہے جن کی پرخلوص کوششوں سے اہل ملت کے درمیان اتفاق واتحاد اور محبت اور رواداری کی فضا قائم ہو گئی۔ یہ بات محتاج بیان نہیں کہ شروع دن سے ہی ادارہ نوائے صوفیہ اتحاد بین المسلمین کے لئے کوشاں ہے۔ غوث المتاخرین شاہ سید محمد نورخشؒ نے جملہ اہل اسلام کے درمیان اتحاد و یگانگت پیدا کرنے اور رفع اختلاف کی جو عظیم تحریک چلائی تھی وہ بدقسمتی سے پس منظر میں چلی گئی تھی اور خود آپ کے نام لیوا چھوٹے چھوٹے سطحی اور لفظی اختلافات کو بنیاد بنا کر جذباتی کشمکش اور کشیدگی سے دوچار ہو گئے تھے۔ ورنہ اس حقیقت سے سر موانحراف کی گنجائش نہیں ہے کہ مذہب صوفیہ ایک عظیم تاریخی حقیقت ہے اور اس کی روشن تعلیمات ائمہ ہدیٰ اور مشائخ طریقت کی وساطت سے ہم تک پہنچی ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اتحاد واتفاق کی اس فضا کو برقرار رکھا جائے اور دین کے نام پر نفرت اور فی سبیل اللہ فساد پھیلانے والوں کا محاسبہ کیا جائے۔ کیونکہ ایسا کرنے والے دین کے ساتھ مخلص نہیں ہیں بلکہ اپنی ذاتی تشہیر چاہتے ہیں۔

اس موقع پر ادارہ نوائے صوفیہ جملہ علمائے نورخشیہ سے ایک بار پھر اپیل کرتا ہے کہ وہ نوائے صوفیہ کے ساتھ قلمی تعاون کرتے ہوئے اپنی نگارشات بغرض اشاعت ارسال کریں۔ ہمارے لئے تمام علمائے اہل نورخشیہ یکساں طور پر لائق احترام ہیں۔ ادارہ نوائے صوفیہ نہ ماضی میں کسی مخصوص نظریاتی گروہ کا ہمنوا رہا ہے اور نہ مستقبل میں ایسی حمایت اور طرف داری کا خواہاں ہے۔

انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نورخشیہ نے اہل مسلک کو اس ضمن میں اظہار خیال کی جو دعوت دی ہے اراکین ادارہ نوائے صوفیہ درج ذیل پانچ نکاتی فارمولا پیش کرتا ہے جن پر عمل درآمد انشاء اللہ ملت صوفیہ نورخشیہ کے روشن مستقبل کی ضمانت ہوگا۔

اس وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ صوفیہ نورخشیہ کے علمی ورثے کا تحفظ اور جملہ اہل عالم کی رہنمائی کی خاطر سلسلہ ذہب کے مشائخ طریقت کی روشن تعلیمات کو عام کیا جائے۔ اس سلسلے میں بزرگوں کی جملہ تصانیف کی نشرواشاعت کا بندوبست کرنے کی خاطر ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا جائے جس کے لئے تمام علاقائی تنظیمیں اور انجمنیں اپنی سالانہ آمدنی کا کم از کم پانچ فیصد مختص کرے۔ نیز "نورخشیہ رائٹرز گلڈ" کا قیام عمل میں لایا جائے جو نورخشی علماء، دانشوروں اور اہل قلم کی علمی مساعی کو مربوط بنانے کا کام کرے۔ تمام علماء اور اہل قلم کے لئے اس گلڈ کی رکنیت لازم ہو۔

۲۔ علمائے نورخشیہ پر مشتمل "نورخشیہ ایجوکیشنل بورڈ" کا قیام عمل میں لایا جائے جو تمام نورخشی مدرسوں میں یکساں نصاب کی سفارش کرنے کے علاوہ امتحانات کی نگرانی کرے اور فارغ التحصیل ہونے والے طلباء کو سند فضیلت عطا کرے۔

۳۔ اعتقادی اور فقہی امور کے ضمن میں پیدا ہونے والی مشکلات کے حل کے لئے پیر صوفیہ نورخشیہ کی زیر نگرانی "علمائے نورخشیہ مشاورتی کمیٹی" قائم کی جائے جو سالانہ نشست منعقد کرکے ان امور پر غوروخوض کرے اور عوام کی رہنمائی کا سامان کرے۔ علماء کرام کی یہ کمیٹی سلسلہ ذہب کے بزرگوں کی تعلیمات کی روشنی میں اعتکاف نشینی اور ریاضت جیسے صوفیانہ مشاغل کے صحیح طریق کار کا تعین کرنے کی بھی ذمہ دار ہو۔

۴۔ نورخشی نوجوانوں کو جدید علوم وفنون سے آراستہ کرنے کے لئے نورخشی مدرسوں میں مروجہ علوم کی تدریس کا بندوبست کرنے کے علاوہ پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے والے مستحق طلباء کے لئے وظائف کا بندوبست کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے ایک "مرکزی نورخشیہ سکالرشپ کمیٹی" جملہ نورخشی تنظیموں اور انجمنوں کے تعاون سے کام کرے۔

۵۔ نورخشیہ یوتھ فیڈریشن کے نوجوانوں پر مشتمل ایک "احتسابی کمیٹی" کو یہ ذمہ داری سونپی جائے کہ وہ مستقبل میں مذہب صوفیہ نورخشیہ میں انتشار اور افتراق پیدا کرنے والے عناصر کا سختی سے محاسبہ کرے اور اس سلسلے میں پیر صوفیہ نورخشیہ انہیں کلی اختیار تفویض کریں۔

☆ ....

نامۂ سالک

قارئین کے خطوط

ہومیو ڈاکٹر ایم اے شاہد

نوائے صوفیہ وہ واحد رسالہ ہے جو صحیح معنوں میں مسلک نوربخشیہ کی ترجمانی اور مسلک حقہ کے پرچار کا ذریعہ ہے۔ نیز اس رسالے کی وساطت سے دیگر مسالک کے لوگوں کو بھی نوربخشی عقائد واعمال اور اوراد و خائف سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔ رسالے کے کئی شماروں میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وآلہ کا لفظ چھوٹ رہا ہے اس کی اصلاح کریں۔ اس معیاری رسالے میں مولوی شکور علی انور، ڈاکٹر غازی محمد نعیم اور ابوالعرفان علامہ محمد بشیر صاحب کے مضامین قابل رشک ہیں۔

نائیک غلام حیدر چوہان

(پسندیدگی کا شکریہ۔ رسالے کے گزشتہ شماروں میں حضور نبی کریمؐ کے اسم مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھتے ہوئے وآل کا لفظ رہ جانا کوئی دیدہ ودانستہ عمل نہیں ہے بلکہ کمپیوٹر پروگرام بنانے والوں نے یہ مخصوص شکل پہلے سے فیڈ کروا رکھی ہے جس کے باعث بعض اوقات اسم مبارک کے ساتھ یہ الفاظ خود خود ٹائپ ہو جاتے ہیں۔ تاہم ہم اس مشکل پر قابو پانے کی کوشش کریں گے۔)

مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ ڈیرہ دون کے اجراء پر مدرسہ کی انتظامیہ کو مبارکباد قبول ہو۔ تعاون کے سلسلے میں عرض ہے کہ آپ انتظامیہ کی طرف سے ایک لیٹر "اپیل برائے تعاون مدرسہ" میرے نام یا کسی اور عالم دین کے نام ارسال کریں۔ ہم اس لیٹر کی کاپیاں مختلف خانقاہوں اور مساجد کے علماء کے نام تقسیم کریں گے اور جمعہ کے اجتماعات میں چندہ کر کے آپ کو ارسال کریں گے۔ آپ خط وکتابت کے لئے اپنا تفصیلی پتہ بھی ارسال فرمائیں۔

مولوی عبدالحمید محلہ خانقاہ

ڈاک خانہ خپلو ضلع گانچھے پاکستان

میں ہلدی کا باشندہ ہوں۔ نوائے صوفیہ کی وساطت سے اس امر کی وضاحت چاہتا ہوں کہ غلام علی خپلوی کی طرف سے خانقاہ ہلدی اور غورسے میں معرفیہ ٹرسٹ کا بورڈ نصب کرنے کی جو خبر شائع ہوئی ہے وہ درست نہیں ہے۔ آئندہ اس طرح بلا تحقیق اطلاع دینے والے محتاط رہیں۔

نائیک محمد تقی ہلدی

نوائے صوفیہ روز بروز مقبول ہوتا جارہا ہے۔ یہ مسلک حقہ کے پرچار کا واحد ذریعہ ہے جون کے شمارے میں حضور اکرمؐ کے مبارک نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ لکھے گئے ہیں جس کے باعث رسالے خلاف پروپیگنڈہ جاری ہے۔ براہ کرم اصلاح کریں۔

(اس کی صراحت اوپر کردی گئی ہے کہ یہ کمپیوٹر کی غلطی سے ہوا ہے)

نوائے صوفیہ کا دیرینہ قاری ہوں۔ رسالے ملتے ہی علامہ صاحب کے مضامین پر نظر ڈالتا ہوں جو عموماً بہت دلچسپ ہوتے ہیں۔ آپ لوگوں کی دعا سے میں صوبیدار بن گیا ہوں۔ (باقی صفحہ ۱۶ پر)

موت

شیخ غلام حسین سحر

بن کے پیغامِ الٰہی موت آئے گی کبھی
روح تیری جسدِ خاکی چھوڑ جائے گی کبھی

تُو نے سینے سے لگا رکھی ہے دنیا عمر بھر
تجھ کو آغوشِ لحد میں یہ بٹھائے گی کبھی

موت کا منشور سننا ہے تو کر لے انتظار
وہ کوئی قصہ عجب تجھ کو سنائے گی کبھی

جس فضا میں ہو رہی ہے تیری تجدیدِ حیات
وہ پلٹ کر موت کا پیغام لائے گی کبھی

زندگی جو کچھ دکھا سکتی تھی وہ دکھلا چکی
موت بھی نیرنگیاں اپنی دکھائے گی کبھی

ان حقائق میں سحر جو ماورائے زیست ہیں
اک حقیقت موت ہے جو آ ہی جائے گی کبھی